1636
उर्दू संग्रह
पुस्तक का नाम योग दर्शन
लेखक बाबु शिव व्रत लाल वर्मन M.A.
प्रकाशन वर्ष 1910
आगत संख्या 1636
4690

ے ایک دو جگہ کے

ں غیس کتاب کا سواحی کے اور

...چھپوادوں *

غرض میں ے مدد لی کتابوں سے لی ہے۔ لیکن لکھا اپنی طرز پر ہے
نہ کہیں کسی کا ترجمہ دیا ہے نہ کسی کے الفاظ کو لیکر مکھی پر مکھی ماری ہے۔ یہ کتاب
مروجہ اُردو ہندی یوگ سوتروں کے مقابلے میں کسی قدر زیادہ مشرّح بھی ہے۔
اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا ہے میں نے اسے صاف اور عام فہم بنانے کی بھی
کوشش کی ہے۔ سوتر بھی صاف الفاظ میں دیئے ہیں۔ لفظی ترجمہ نہیں کیا
ہے۔ مضامین بھی فصلوں میں تقسیم کر دیئے ہیں۔ اور ان کی فہرست بنا دی ہے
غرض اپنی طرف سے کتاب کو آسان بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے
پرماتما کریں۔ کہ پڑھنے والوں کو رس آئے اور وہ پڑھکر کسی درجے پر پہنچیں *

دہلی ۳۰ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء

خاکسار سورج نراین مہر

فہرست مضامین

پہلا باب ۔ سمادھی پاد

دوسرا باب ۔ سادھن پاد

تیسرا باب- بھوتی پاد

چوتھا باب- کیولیہ پاد

اوم تت ست

پہلا باب۔ سمادھی پاد

ا۔ یوگ کی ماہیت

سوتر ا۔ اب یوگ کی تعلیم شروع کی جاتی ہے:۔

کسی شاستر یا نظام فلسفہ کے شروع کرنے سے پیشتر شاستر کار کو چار باتیں بتانی ضروری ہوا کرتی ہیں۔ اس شاستر کا ادھکاری یعنی پڑھنے سمجھنے لائق کون ہے شاستر کا بشے یعنی موضوع یا مضمون کیا ہے۔ اس مضمون کے پڑھنے کا پھل یا نتیجہ کیا ہے۔ اور شاستر و مضمون میں سمبندھ یا تعلق کیا ہے۔ یوگ شاستر کا ادھکاری وہ شخص ہے جسے آتما کی تلاش ہے۔ یعنی اس کھوج میں ہے کہ میں کون ہوں اور میری ماہیت ذاتی کیا ہے۔ خود یوگ یعنی کیفیات نفس کا روکنا بشے یا مضمون ہے۔ پھل یا نتیجہ موکش یعنی اپنے شُدّھ سروپ میں قیام ہے۔ اور تعلق یہ ہے۔ کہ شاستر تشریح کرنے والا ہے۔ اور مضمون تشریح طلب ہے۔ اسی واسطے بھگوان پتنجلی کہتے ہیں۔ کہ اب یوگ کی تعلیم شروع کی جاتی ہے۔ یعنی یوگ ایک قدیم چیز ہے۔ میرا ایجاد نہیں۔ میں صرف اس کی تعلیم دیتا ہوں۔ یہ ادھکاری بشے۔ پریوجن اور سمبندھ چاروں مضامین لفظ "اب" سے مترشح ہوتے ہیں۔

پس اسی سوتر کو اگر مفصّل بیان کیا جائے۔ تو صورت یہ ہوگی۔ یوگ کے تشریح کرنے والے شاستر کی تعلیم جس کا ادھکاری آتما کا متلاشی ہے۔ جس کا مضمون کیفیت نفس کا روکنا ہے۔ اور جس کا نتیجہ موکش پد میں قیام ہے۔ شروع کی جاتی ہے چونکہ اس سوتر میں یوگ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے معنے بتانے ضروری ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں:-

سوتر-۲- یوگ کیفیات نفس کے روکنے کا نام ہے +

چت یا نفس کے معنی بخوبی ذہن نشین کر لینے چاہئیں۔ کیونکہ بار بار اس کا استعمال ہوگا۔ بھگوان پتنجلی سانکھیہ شاستر کے ماننے والے ہیں۔ انہوں نے اپنا کوئی نیا نظام فلسفہ قائم نہیں کیا ہے۔ سانکھیہ دوئی کا فلسفہ ہے۔ یعنی دو چیزوں کو قائم بالذات مانتا ہے۔ ایک تو پرش یعنی روح جو محض گیان سروپ ہے۔ اور دوسرے پرکرتی یا مادّہ جو جڑ ہے۔ پرش لاتعداد ہیں۔ اور پرکرتی ایک ہے۔ جو پرشوں کے بھوگ اور موکش کے واسطے طرح طرح کی صورتیں اسی طرح بدلتی ہے جس طرح وہ تبدیلی صورت سے دہی بن جاتا ہے۔ اس بدلنے کو پرنیام یا ارتقا یا ایولیوشن کہتے ہیں +

تبدیلی جتنی ہے وہ سب پرکرتی میں ہے۔ پرش گیان سروپ ہونے کی وجہ سے تغیر و تبدل سے مبرّا ہے۔ اس پرکرتی کے تین گن ہیں۔ ستو رج اور تم۔ تموگن کی وجہ سے یہ مادی چیزوں مثلاً پتھر۔ دھات وغیرہ کی شکل اختیار کرتی ہے۔ رجوگن کی وجہ سے یہ قوائے قدرت مثلاً کشش۔ برق وغیرہ کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ ستوگن کی وجہ سے یہ قوائے نفس مثلاً عقل و حافظے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ چت ستوگن کا پرنیام ہے۔ اور اس کے وہی معنے ہیں جو ویدانت میں انتھ کرن کے ہیں یا انگریزی میں مائنڈ یا من کے۔ من کی کیفیتیں بدلتی رہتی ہیں۔ اس

واسطے یہ مادّہ یعنی پرکرتی ہی ہے۔ کیونکہ بدلنا ہمیشہ مادہ ہے۔ گیان سروپ پرش میں تبدیلی کا امکان نہیں ہے +

چت کی ماہیت شاید اس طرح زیادہ آسانی سے ذہن نشین ہو سکے۔ کہ ہم دیکھتے ہیں۔ سُنتے ہیں۔ چکھتے ہیں۔ سونگھتے ہیں اور چھوتے ہیں۔ بالعموم یہ کام اندریوں کے سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن اندریاں صرف اوزار ہیں۔ اس سے زیادہ ان کی حیثیت نہیں ہے۔ دیکھو ہمارا دھیان کہیں اور ہو یا ہم کسی خیال میں محو ہوں۔ تو آدمی ہمارے سامنے سے گزر جائے ہمیں دکھائی نہیں دیتا۔ توپ چھوٹ جائے ہم سن نہیں سکتے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہاں اوزار یعنی اندریاں تو پہلے کی طرح ہی کھلی ہوئی ہیں اور اپنا کام کرتی ہیں۔ لیکن جس کے سامنے ان کا نام پیش ہونا چاہیئے وہ متوجہ نہیں ہے۔ یہ چت یا انتہ کرن۔ یا نفس یا مائنڈ ہے۔ اس کا حال بعینہٖ تالاب یا جھیل کا سا ہے۔ کہ اس میں کنکر پھینکو تو یکے بعد دیگرے لہریں اٹھتی ہیں۔ اندریاں جو شیوں سے متاثّر ہوتی ہیں۔ وہ اثر چت میں پہنچتا ہے۔ یہ اندریوں کا فعل ہے۔ اس فعل سے چت اپنا انفعال یا ری ایکشن کرتا ہے۔ اور اس اثر کو اپنے رنگ سے رنگین کرتا ہے۔ یا اپنے مادّے کا لباس پہناتا ہے۔ یہ لباس پہنکر جو صورت بنتی ہے اس کا گیان گیان سروپ آتما کو ہوتا ہے۔ پس جتنا علم ہمیں ہے وہ دنیائے بیرونی کا نہیں ہے۔ اشیائے خارجی کے علم کا تو امکان ہی نہیں ہے ہماری دنیا اندر ہے۔ یعنی من کے لباس سے ملبوس ہے۔ یہی من یا مائنڈ چت کہلاتا ہے۔ چت کے واسطے بعض جگہ من بعض جگہ بُدّھی یا مہت کے الفاظ بھی اس شاستر میں استعمال کیئے گئے ہیں +

چت ابھی ایک صورت میں ہے۔ ابھی بدل کر اور صورت اختیار کر لیتا ہے۔ مثلاً ابھی خوشی کی حالت میں ہے۔ ابھی رنج کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ابھی کسی چیز کو

یاد کر رہا ہے یعنی حافظے کی صورت دھارن کئے ہوئے ہے۔ ابھی تعقّل یعنی سوچ بچار کی شکل اختیار کر بیٹھا۔ ان بدلنے والی صورتوں کو چت کی برتّیاں یا کیفیّات نفس کا نام دیا جاتا ہے ÷

یوگ میں کارآمد ہونے کے لحاظ سے ان سب کو پانچ قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ کشپت۔ مُوڑھ۔ وکشپت۔ ایکاگر اور نرودھ۔ چونکہ ہر ایک برتّی پرکرتی کی ایک شکل ہے۔ اس واسطے سب میں پرکرتی کے وہی تینوں گُن یعنی ستو رج اور تم پائے جائیں گے۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی قسمیں اس لحاظ سے کی جائیں گی۔ کہ کس میں کون سا گُن تو غالب ہے۔ اور کون کون سے دبے ہوئے ہیں۔ اوپر کی پنجگانہ تقسیم میں یہی اصول مضمر ہے ÷

"کشپت" برتّیاں وہ ہیں جن میں رجوگن کا زور ہوتا ہے۔ اور تم اور ستو دبے رہتے ہیں۔ مثلاً جن محرکات سے آدمی کام میں ہمہ تن مصروف ہوتا ہے۔ اور جن کو ہوا و ہوس کا نام دیا جاتا ہے۔ اور جن کا نتیجہ زیادہ تر دُکھ ہے۔ سب کشپت کہلائیں گی ÷

"مُوڑھ" برتّیاں وہ ہیں جن میں تموگُن کا زور ہوتا ہے۔ یہ نیند۔ آلکس۔ تکان وغیرہ ہیں۔ جن میں نہ کام ہو سکتا ہے جو خاصہ رجوگن ہے۔ نہ سوچ بچار ہو سکتا ہے جو خاصہ ستوگن ہے۔ یعنی ان برتّیوں میں رج اور ستو دونوں دبے ہوتے ہیں ÷

"وکشپت" برتیاں وہ ہیں جن کو مخلوط کا نام دینا مناسب ہوگا۔ یہ حالتیں ہماری تمہاری روز کی حالتیں ہیں۔ ان میں جب رج کا زور ہوتا ہے۔ تو چت چلایمان رہتا ہے اور جب ستو کا زور ہوتا ہے تو یوگ کی قابلیّت بہم پہنچتی ہے۔ غرض دنیاداروں کی معمولی برتّیوں کا نام وکشپت ہے۔ انہیں سے وہ سکھ دکھ اٹھاتے رہتے ہیں

دکشپت برتّی یوگ میں تھوڑا بہت کام دے سکتی ہے - مگر مُوڑھ اور کشپت نہیں +

"ایکاگر" برتّی میں ستوپردھان ہوتا ہے - اور رج اور تم دونوں دب جاتے ہیں - ایکاگر یکسوئی کی کیفیت نفس ہے - چونکہ یہ بھی برتی ہی ہے - اس واسطے پرکرتی کاریہ ہونے سے ہے تو جڑ مگر چونکہ اس میں من چنچل نہیں ہے - اس واسطے کچھ کچھ شدّھ ہونیکی وجہ سے آتما کا عکس اس میں پڑتا ہے - آدمی کو کچھ کچھ آنند محسوس ہوتا ہے - وہ ساکشات یا اپروکش اپنے شدّھ سروپ کو تو نہیں دیکھتا - ہاں پروکش طور پر دیکھتا ہے - یہ سمپرگیات سمادھی کہلاتی ہے - جس کا مفصل بیان آگے آئیگا +

"نرودھ" وہ چت برتّی یا حالت نفس ہے - جس میں تمام برتّیاں اس طرح رُک جاتی ہیں - جس طرح ہوا نہ چلے تو چراغ کی لو قائم ہو جاتی ہے اور بالکل ہلتی جُلتی نہیں یہ اسمپرگیات سمادھی ہے - ان دونوں قسم کی برتّیوں کا یوگ میں بہت کام پڑتا ہے +

پُرش کو جو سُکھ یا دُکھ ہے وہ اس واسطے ہے - کہ وہ پرکرتی کی بدلتی ہوئی صورتوں کے تماشوں میں محو ہے اور بھول - دھوکے یا مغالطے سے اس وہم باطل میں پڑا ہوا ہے - کہ تبدیلیاں پرکرتی میں نہیں بلکہ میری ذات میں ہو رہی ہیں - اب میں سُکھی ہوں - اب میں دُکھی ہوں وغیرہ وغیرہ - حالانکہ گیان سروپ ہونے کی وجہ سے پُرش میں نہ کوئی تبدیلی راہ پا سکتی ہے نہ سُکھ دُکھ کا لیش ہو سکتا ہے - جب نرودھ کی حالت بہم پہنچی - تو گویا پرکرتی کے تماشوں کی روک ہوگئی ہو وہ بند ہوگئے اس سے جو نتیجہ ظہور میں آئیگا - وہ اگلے سوتر میں بیان کیا گیا ہے +

× **سوتر ۳** - اس وقت ناظر کا اپنی ذات میں قیام ہوتا ہے +

اوپر کی تشریح سے اس سوتر کے معنی صاف ہیں - لیکن جس وقت چت رُک گیا

× رُکی وقت (یعنی ... کے وقت) ناظر کا اپنی ذات (یعنی حالت غیر متبدلہ) قیام ہوتا ہے

اور اس میں نرودھ کی حالت بہم پہنچ گئی۔ تو چونکہ گیان سروپ درشٹا یا ناظر کی نظر کے سامنے چت کی بدلتی ہوئی صورتوں کے نظارے نہ ہونگے۔ یہ وہم باطل بھی نہیں ہوگا۔ کہ اب میں ایسا ہوں اور اب بدلکر ویسا ہوگیا۔ اب میں دکھی ہوں اب اس حالت کو بدل کر سکھ حاصل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ سُکھ دُکھ دونو چت کی برتیاں ہیں۔ گیان سروپ آتما میں انکا لیش بھی نہیں ہے۔ یہ واہمہ دور ہوا تو ناظر اپنی ذات میں قایم ہوگا۔ جو سچدانند سروپ ہے۔ شری کرشن بھگوان گیتا میں کہتے ہیں :-

جب کرتا ہے وصل آتما میں یوگی روکے ہوئے نفس کی ہی تمثیل یہی
جیسے ہو بے ہوا جگہ اور واں شمع قائم ہو ہلے جُلے نہیں تو اُس کی

اِس پد پر پہنچنے کا نام موکش ہے جس میں سب برتیاں شانت ہوجاتی ہیں اور آتما اپنے شُدھ سروپ میں قائم ہوتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ نردھ کی حالت میں آتما موکش پد میں ہے۔ نفس کی اور برتیوں میں اس کا کیا حال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے :-

سوتر ۴۔ اور حالتوں میں کیفیات نفس کے ہم شکل ہوتا ہے ؛

اور حالتوں میں یعنی یوگ یا چت نرودھ سے علاوہ حالتوں میں آتما کا حال یہ ہوتا ہے۔ کہ جیسی چت کی برتی ہوتی ہے۔ بھُول یا مغالطے سے اپنے آپ کو ویسی برتی کی ہم شکل مانتا ہے۔ مثلاً چت کی برتی دُکھ کی ہے۔ تو اپنے آپ کو دُکھی اور سُکھ کی ہے تو سُکھی فرض کرتا ہے۔ میرے دوستو ہم آدمی کیوں ہیں محض اس واسطے کہ ہم نے اپنے آپ کو آدمی مان رکھا ہے۔ نتیجہ یہ ہے۔ کہ منشیہ جُون کے مطابق سُکھ اور دُکھ بھوگ رہے ہیں۔ اگر اس بھُول کو چھوڑ دیں اور اپنے آپ کو اس نظر سے دیکھیں۔ کہ ہم شدھ گیان سروپ آتما ہیں۔ تو ہم مکت ہیں۔ ہمیں

کسی قسم کا بندھ نہیں ہے۔ شری اشٹاوکر اپنی گیتا میں لکھتے ہیں :۔

وہ بُدھ ہے بدھ آپ کو جو جانے وہ مُکت ہے مُکت آپ کو جو پہچانے
جیسی ہے متی گتی بھی ویسی ہوگی سچ ہے یہ مثل کوئی جو میری مانے

غرض اپنا بندھ اور اپنی موکش محض اپنے ہاتھ میں ہے۔ موکش کوئی چیز با
سے نہیں لانی ہے۔ بلکہ اے انسان موکش تیرا ذاتی سروپ ہے۔ وہم اور مغال
چھوڑ اور تو مکت ہے۔ سری وسشٹ جی مہاراج کہتے ہیں۔ اور کیا ہی اچھا کہتے
ہیں :۔

کہتے ہیں جسے موکش خلا میں وہ نہیں نے بر سر چرخ ہے نہ بر روئے زمیں
قلب صافی کا دوسرا نام ہے موکش جب گیان کے نور سے ہو وہ نور آگیں

اوپر کے سوتروں میں برتیوں یا کیفیات نفس کا ذکر آیا ہے۔ ان کیفیات نف
کو اب کھولتے ہیں +

۲۔ برتیوں کا بیان

× سوتر۔ ۵۔ کیفیات نفس پانچ طرح کی ہیں۔ اور یہ پانچوں کلیش
کے ساتھ ہیں یا نہیں +

پانچ قسم کی کیفیات اور کلیشوں کی تشریح آگے کے سوتروں میں ہے۔ ا
واسطے یہاں اُن کا بیان کرنا موجب طوالت ہوگا۔ موقع پر دیکھئے۔ پہلے پانچ ق
کی چت برتیاں بتاتے ہیں وہ یہ ہیں :۔

سوتر ۶۔ علم تحقیقی۔ علم مخالف۔ علم فرضی۔ علم خواب اور حافظہ +
علم تحقیقی پرمان کا ترجمہ ہے۔ پرمان کے معنے زیادہ تر آلہ علم کے لئے جاتے ہ

لیکن یہاں چونکہ آلۂ علم مقصود نہیں ہے بلکہ خود علم مقصود ہے - اس واسطے علم تحقیقی لکھا گیا ہے - اب ایک ایک کی بالترتیب تعریف کرتے ہیں +

سوتر ۷ - علم تحقیقی میں پرتیکش - انومان اور آگم شامل ہیں +

بھگوان پتنجلی چونکہ سانکھیہ فلسفے کے ماننے والے ہیں - اس واسطے وہی تین پرمان لکھتے ہیں - جو سانکھیہ میں مانے گئے ہیں - یعنی پرتیکش - انومان اور آگم "پرتیکش" وہ علم تحقیقی یا سچا علم ہے - جو اندریوں کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے - یعنی اندریہ اور شے کا باہمی تعلق ہوتا ہے - اور اس سے گیان کی برتی پیدا ہوتی ہے - مثلاً آنکھ سے ہم کسی شے کو دیکھیں یا کان سے سنیں وغیرہ وغیرہ - اس قسم کے علم کو سب سچا یا تحقیقی علم مانتے ہیں - اور یہ پرتیکش پرمان کہلاتا ہے - "انومان" وہ علم تحقیقی ہے - جو بذریعہ استدلال عقلی حاصل ہوتا ہے - مثلاً ہم نے آدمیوں کو مرتے دیکھا ہے - اب ایک خاص شخص زید کو لیجئے - دلیل کی صورت یہ ہوگی (۱) تمام آدمی فانی ہیں (۲) زید آدمی ہے - نتیجہ - زید فانی ہے - اسے انومان یا استدلال کہتے ہیں - "آگم" وہ علم تحقیقی ہے - جو قابل اعتبار آدمیوں کے قول کے ذریعے سے ہوتا ہے - اس کو عربی - فارسی اور اُردو میں سند کہتے ہیں - یہ بھی پرمان ہے - وید شاستر وغیرہ کی سندیں مانی جاتی ہیں - بزرگوں کے قول مانے جاتے ہیں - قابل اعتبار آدمی کی بات مانی جاتی ہے - اور ان سب سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے وہ علم تحقیقی ہے - اسے آگم یا شبد پرمان کہتے ہیں - بعض اصحاب شبد پرمان کو نہیں مانتے - یہ انکی غلطی ہے - اگر ان سے پوچھا جائے - کہ اس کا کیا ثبوت ہے - کہ تم فلاں شخص کے بیٹے ہو - تو اس کا جواب سوائے شبد پرمان کے اور کچھ نہیں ہے +

ان تین پرمانوں پر نیایک ایک اور پرمان ایزاد کرتے ہیں - یعنی "اپمان" یا تشبیہ آج کل کی منطق استقرائی اور سائینس میں بھی بہت مروّج ہے - اور اس کے ذریعے

سے علم تحقیقی حاصل ہوتا ہے۔ دیکھنا صرف اتنا ہوتا ہے۔ کہ تشبیہات جو مشاہدہ کی گئی ہیں وہ خاص نتائج پر پہنچانے کے واسطے کافی ووافی ہیں یا نہیں۔ اگر کافی ہیں تو نتیجہ صحیح ثابت ہوگا۔ وگرنہ غلط ✣

پورب میمانسا اور اُتّر میمانسا یعنی ویدانت میں ان چاروں کے علاوہ دو پرمان اور بھی مانے جاتے ہیں۔ یعنی ان اُپلبدھی اور ارتھاپتی۔ "ان اُپلبدھی" کے معنے نہ موجود ہونا ہے۔ جو چیز موجود نہیں ہے۔ اس کی نسبت جو ہمیں علم ہے کہ وہ اس وقت نہیں ہے علم تحقیقی ہے۔ "ارتھاپتی" قرینے کو کہتے ہیں۔ اور اس سے بھی سچا ہی علم حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً زید توانا آدمی ہے۔ اور دن میں کھانا نہیں کھاتا قرینہ یہی چاہتا ہے۔ کہ رات کو کھاتا ہے۔ ورنہ توانا ہونا ناممکن ہے ✣

یہ چھ پرمان ہیں جو آج کل مروج ہیں۔ سانکھیہ میں چونکہ تین پرمان تسلیم کئے گئے ہیں۔ باقی تینوں انومان پرمان میں داخل کئے جائیں گے۔ ان پرمانوں کے متعلق دقیق اور طویل بحثیں ہیں۔ جو یہاں اٹھانی فضول ہیں۔ اس واسطے اتنے ہی بیان پر کفایت کی جاتی ہے۔ اور علم مخالف کی تعریف دیجاتی ہے ✣

سوتر ۸ ۔ علم مخالف جھوٹا علم ہے جس میں کچھ کا کچھ گیان ہوتا ہے ✣

چیز کچھ اور ہے اور گیان کچھ اور ہوا۔ اسی کو علم مخالف کہتے ہیں۔ یہ سراسر جھوٹا گیان ہے۔ اور پرمان کی ضد ہے۔ پرمان سے جو گیان ہوتا ہے۔ وہ سچا علم ہے یعنی جیسی چیز ہے ویسی ہی اس کی پرتیتی ہوتی ہے۔ علم مخالف میں معاملہ برعکس ہوتا ہے۔ یعنی چیز کچھ اور ہے اور پرتیتی کچھ اور ہو رہی ہے۔ مثلاً رسی سانپ دکھائی دیتی ہے۔ سیپی چاندی نظر آتی ہے۔ درخت کا ٹھنٹھ آدمی معلوم ہوتا ہے اس کی علت غائی کسی نہ کسی طرح کا دوش یا نقص ہوا کرتا ہے۔ بیرونی مثلاً اندھیرا۔ اندرونی یعنی من کے خیالات۔ آلی یعنی آلۂ علم یا کسی حواس میں کچھ نقص ہونا۔ بھوج

مہاراج "شک" کو بھی جس میں گیان کی یہ صورت ہوتی ہے۔ کہ یہ چیز آدمی ہے یا درخت کا ٹھنٹھ ہے۔ علم مخالف ہی میں داخل کرتے ہیں جو علم تحقیقی کی ضد ہے۔ ان دونوں کے بعد علم فرضی کو لیجئے +

سوتر ۹۔ علم فرضی حقیقت سے خالی اور محض لفظی ہوتا ہے +

علم فرضی "بکلپ" کا ترجمہ ہے۔ بالعموم لفظ بکلپ کا اطلاق شک پر ہوتا ہے۔ لیکن یوگ شاستر میں اس کو اصطلاح خاص مان کر معنی بدل دیئے ہیں۔ یعنی بکلپ وہ علم ہے جس کے مقابلے میں کوئی شے باہر کی دنیا میں نہیں ہے۔ صرف لفظوں کا ہیر پھیر ہے۔ مثلاً بانجھ کا بیٹا۔ آدمی کے سینگ۔ پرش کی چیتنتا بانجھ کے بیٹے اور آدمی کے سینگوں کا دنیائے خارجی میں وجود نہیں ہے۔ صرف کہنے ہی کی بات ہے۔ پرش چونکہ بذات خود چیتنتا ہے۔ اس واسطے پرش کی چیتنتا صرف کہنے ہی کے واسطے ہے۔ یہ دو چیزیں نہیں ہیں۔ ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے۔ کہ علم فرضی پرمان اور علم مخالف سے جدا ہے +

سوتر ۱۰۔ خواب× وہ کیفیت نفس ہے جو ابھاو یا نیستی کے خیال پر مبنی ہے +

اس کے یہ معنے ہیں کہ یہ حالت خواب یعنی گہری نیند اس وقت نفس کی ہوا کرتی ہے جب اور کیفیات بند ہو جاتی ہیں۔ گویا اور تمام برتیاں نہیں رہتیں۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ خود خواب چت کی برتی نہیں ہے۔ اگر گہری نیند کو چت کی برتی نہ مانا جائے۔ تو اس گہری نیند سے اٹھ کر جو یہ گیان ہوتا ہے۔ کہ "میں ایسے سُکھ سے سویا کہ کچھ خبر نہیں ہوئی" ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ گیان حافظے پر مبنی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یاد اسی شے کی آتی ہے جو محسوس کی گئی ہو گویا خواب ایک حالت نفس تھی۔ جو ہم نے محسوس کی ہے۔ اور بعد میں حافظے سے

× گہری نیند

اس کا بیان کر رہے ہیں۔ یہ برتی یعنی کیفیت نفس سمادھی سے اس بارے ہیں مختلف ہے۔ کہ یہ موہ یا غفلت کی برتی ہے۔ اور سمادھی اس حالت کو کہتے ہیں جس میں تمام برتیاں شانت ہو جاتی ہیں۔ اور چت نرودھ کی حالت میں ہوتا ہے جو غفلت کی نہیں بلکہ گیان کی برتی ہے +

× سوتر ۱۱۔ محسوس کی ہوئی چیز کو چت سے جانے نہ دینا حافظہ ہے + حافظے کی برتی اس وقت ہوتی ہے جب محسوس کی گئی چیز چت سے جانے نہ پائے

پرمانوں کے ذریعے سے چیزیں محسوس کی جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس وقت تک پرمان اپنا عمل کر رہے ہیں۔ چیز کا احساس یا گیان ہوگا۔ بعد میں چیز ہٹ گئی یا پرمان کا رخ ادھر نہ ہوا۔ تو وہ گیان نہیں رہیگا۔ ہونا بھی یوں ہی ہے۔ لیکن چیز کے ہٹ جانے یا پرمانوں کا رخ بدلنے پر جو گیان ہمیں ہوا تھا۔ اُس کے سنسکار یا اثرات چت میں رہجاتے ہیں۔ اور بوقت ضرورت پھر چت کے خزانے میں سے نکل سکتے ہیں۔ یہ سنسکاروں کا چت میں رہنا اور اُن کو چت سے جانے نہ دینا حافظہ کہلاتا ہے +

چت کی پانچ برتیاں یہ ہیں جن کا اوپر بیان ہوا۔ ان میں سے علم تحقیقی۔ علم مخالف اور علم فرضی۔ جاگرت یعنی عالم بیداری میں ہوتے ہیں۔ سونے میں ان کا گیان ہوتا ہے۔ تو یہی سُپنا کہلاتے ہیں۔ گہری نیند میں نفس اپنی کیفیات بدلتا نہیں رہتا۔ بلکہ خود گہری نیند کی ایک ہی برتی میں رہتا ہے۔ حافظہ ان سب کا یا ایک ایک کا ہو سکتا ہے۔ ان برتیوں کا بیان کر کے اب انکے نرودھ یا روکنے کی تجاویز سے بحث شروع کی جاتی ہے +

۲۔ برتیوں کے روکنے کے طریق

سوتر ۱۲۔ چت کا نرودھ ابھیاس اور بیراگ سے ہوتا ہے +

یعنی چت کو اس طرح روکنے یا شانت کرنے کے واسطے کہ اس میں کوئی برتّی نہ اُٹھنے پائے۔ بلکہ ناظر کا قیام اپنے سروپ میں ہو جائے دو طریقے ہیں۔ ایک ابھیاس دوسرا بیراگ۔ ان کی تعریفیں آگے آتی ہیں۔ دونوں سے چت کی پرکاش روپ برتیاں جن میں سنو کا زور ہوتا ہے۔ اور پربرتّی روپ برتّیاں جن میں رج کا زور ہوتا ہے۔ شانت ہو جاتی ہیں۔ بشیوں میں چونکہ دوش یا نقص دیکھے جاتے ہیں اُن سے چت ہٹتا ہے اور ابھیاس میں چونکہ آنند آتا ہے شوق بڑھتا ہے۔ رفتہ رفتہ چت کی حالت نرودھ بہم پہنچ جاتی ہے۔ بھگوان سوتر کار پہلے ابھیاس کی تعریف کرتے ہیں +

× سوتر ۱۳۔ نرودھ میں قایم ہونے کی کوشش ابھیاس ہے +

چت کو برتّیوں سے خالی کرنا ہے۔ اور اُسے ایسی حالت میں لا ڈالنا ہے کہ وہ بے ہوا جگہ میں رکھے ہوئے چراغ کی لَو کی طرح ہلے جُلے نہیں۔ بلکہ ایک حالت میں قایم رہے۔ اسی بات کی بار بار کوشش کرنی ابھیاس کہلاتی ہے +

سوتر ۱۴۔ عرصے تک لگاتار اور شوق سے کرنے سے ابھیاس میں استقلال آتا ہے +

ابھیاس مضبوط و مستقل اسی وقت ہوا کرتا ہے۔ کہ عرصۂ دراز تک کیا جائے بیچ میں چھوڑ نہ دیا جائے۔ لگاتار روز مرّہ کیا جائے۔ یہ نہ ہو کبھی کیا کبھی نہ کیا۔ اس طرح محنت دگنی پڑتی ہے۔ اور نتیجہ خاک حاصل نہیں ہوتا۔ تیسری بڑی بات یہ ہے کہ ابھیاس ہمیشہ شوق اور صدق عقیدت کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ جو لوگ اپنے ابھیاس کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ محض بیگار سمجھتے ہیں۔ انہیں ابھیاس فائدہ نہیں دیا کرتا۔ اس واسطے تینوں باتوں کو نظر میں رکھ کر ابھیاس کرنا چاہیئے۔ ان سے وہ مضبوطی اور استقلال کو پہنچے گا۔ اور پورا پورا فائدہ دے گا۔ یہ تو ابھیاس تھا

× بیرشنوں کی لگاتار کوشش ... ابھیاس ...

اب دوسرے طریقے یعنی بیراگ کو لیجئے ✦

سوتر ۱۵ ۔ دیکھے اور سُنے بشیوں سے بے خواہش آدمی کو یہ محسوس ہونا کہ میں اِن پر قادر ہوں بیراگ ہے ✦

بشے دو قسم کے ہیں ۔ ایک دیکھے ہوئے یعنی ایسی لذّات جن کا مزا ہم اس دنیا میں اپنے حواسوں سے لیتے ہیں ۔ مثلاً آنکھوں سے خوبصورت چیزوں کو دیکھنا کانوں سے دلکش صداؤں یا اپنی تعریفوں کا سننا ۔ زبان سے طرح طرح کے ذائقے چکھنا ۔ ناک سے خوشبوئیں سونگھنا ۔ جلد سے نرم و گرم لباس کے مزے لینا وغیرہ وغیرہ ۔ یہ سب دیکھے ہوئے بشے یعنی اس دنیا کے بشے ہیں ۔ سُنے ہوئے وہ بشے ہیں جن کا ذکر شرتی یا وید میں ہے ۔ یعنی مرنے کے بعد آدمی سورگ میں جاتا ہے اور وہاں اُسے اس اس قسم کے بھوگ ملتے ہیں جیسے اس دنیا کے بشے ناپائدار ہیں ویسے ہی سورگ کے بشے آنے جانے والی چیزیں ہیں ۔ کرموں کا بھوگ ختم ہونے پر آدمی کو سورگ سے دھکے ملجاتے ہیں ۔ اس واسطے دونوں جہان کے بشے خواہش کرنے کے لائق نہیں ۔ ان سے آدمی بے خواہش ہو اور اُسے من میں یہ محسوس ہوتا ہو کہ میں بشیوں کا غلام نہیں ہوں بلکہ ان پر قادر ہوں ۔ تو یہ حالت نفس بیراگ کہلاتی ہے ✦

سوتر ۱۶ ۔ یہ انتہائی اس وقت ہوتا ہے کہ پرش کے درشن سے پرکرتی کے گنوں سے بے خواہشی ہو جائے ✦

بشیوں میں نقص دیکھ کر اُن میں خواہش نہ رکھنی بیراگ ہے ۔ پرم یعنی انتہائی بیراگ اس وقت پیدا ہوتا ہے ۔ کہ جب پُرش سے پرکرتی کی تینوں گنوں ستو رج تم میں جن سے لطیف و کثیف تمام چیزیں پیدا ہوتی ہیں ۔ بالکل خواہش نہ رہے ۔ یہ اسی وقت ممکن ہے کہ آدمی پرش کے درشن کرے ۔ یعنی اپنی ذات کو پہچانے

کہ میں گیان سروپ آتما شُدّھ - بُدّھ - سچّدانند - مکت سروپ ہوں - اور مجھے پرکرتی کے گنوں سے مطلق تعلّق نہیں ہے - اپنے سروپ آنند میں ہمیشہ قایم وثابت ہوں - اور اس سے کسی طرح جدا نُمان نہیں ہو سکتا - یہ موکش پد ہے اس کا پہلا قدم بھی پرم بیراگ ہے - جس سے پُرش کا درشن ہوتا ہے - اور درشن کے بعد بھی پرکرتی سے جو بیراگ ہوتا ہے وہ پرم بیراگ ہے +

اس طرح یوگ کا سروپ بیان کرکے اب اس کے مُکھیہ انگ یا سب سے بڑے حصّے یعنی سمادھی کو لیتے ہیں - اور اوّل سمپرگیات سمادھی کی قسمیں بیان کرتے ہیں +

سمپرگیات اور اسمپرگیات سمادھی

سوتر ۱۷ - سمپرگیات سمادھی وہ ہے - جو ترک - بچار - آنند یا اسمِتا کے ساتھ ہو +

سمادھی یوگ کی معراج ہے - اس کی دو قسمیں ہیں - ایک میں دھیان کی ہوئی چیز کا علم رہتا ہے - اور دوسری میں نہیں رہتا - سمپرگیات کے معنے ہیں - جانی ہوئی چیز - اس سمادھی میں گو چت کی اور برتّیاں شانت ہو جاتی ہیں - لیکن جس چیز کا دھیان کیا جاتا ہے - یعنی جس کی صورت چت اختیار کرتا ہے وہ باقی رہتی ہے - اور اس کا گیان بنا رہتا ہے - اسی واسطے اس کو سمپرگیات سمادھی کہتے ہیں - یعنی ایسی سمادھی جس میں علم پایا جاتا ہے - سمادھی ایک قسم کی بھاونا کا نام ہے +

دھیان جن چیزوں کا کیا جاتا ہے - وہ یا تو سانکھیہ کے پچیس تتو ہیں یا ایشور ہے - جس کا سانکھیہ شاستر میں تو ذکر نہیں ہے - ہاں یوگ میں مانا جاتا ہے - سانکھیہ کے پچیس تتو مندرجہ ذیل ہیں :-

۱- پرش جو گیان سروپ ہے اور نہ کسی کو پیدا کرتا ہے نہ کسی سے پیدا ہوا ہے اسی کے بھوگ اور موکش کے واسطے پرکرتی نئی نئی صورتیں اختیار کرتی ہے +

۲- مول پرکرتی یا پردھان۔ جس میں ستو رج تم تینوں گنوں کی سامیہ اوستھا یعنی ہموار حالت رہتی ہے۔ اور جس سے باقی کے ۲۳ تتو پیدا ہوتے ہیں۔ یہ مع اپنے کاریوں کے جڑ ہے +

۳- مہت یا بدھی جو مول پرکرتی کے پرنیام سے پیدا ہوتی ہے۔ اور جس میں ستوگن پردھان ہوتا ہے۔ اس میں فردیت نہیں ہے +

۴- اہنکار یا فردیت۔ جو مہت میں رجوگن کے اثر سے پیدا ہوتا ہے +

۵- من چت یا انتھ کرن۔ جو اہنکار کے ستوگن انش کا کاریہ ہے +

۶-۱۵- پانچ گیان اندریہ۔ شروتر یا قوت سامعہ۔ تواک یا قوت لامسہ۔ چکشو یا قوت باصرہ۔ رسنا یا قوت ذائقہ۔ گھران یا قوت شامہ۔ اور پانچ کرم اندریہ۔ واک یا قوت گویائی۔ پانی یا قوت گرفت۔ اُپستھ یا قوت توالد وتناسل۔ پایو یا قوت اخراج۔ پد یا قوت قیام۔ یہ دونوں قسم کی اندریاں اہنکار کے رجوگن انش کا کاریہ ہیں +

۱۶-۲۰- پانچ تنوماترائیں۔ شبد۔ سپرش۔ روپ۔ رس۔ گندھ۔ جن کا گیان اندریوں کو گیان ہوا کرتا ہے۔ اور جن پر کرم اندریاں اپنے کرم کرتی ہیں۔ یہ اہنکار کے تموگن انش کا کاریہ ہیں +

۲۱-۲۵- پانچ مہا بھوت۔ آکاش۔ وایو۔ اگنی۔ جل۔ پرتھوی۔ یہ تنوماتراؤں کے کاریہ یا کثیف تر صورتیں ہیں۔ ان کے ملنے سے پرمانو پیدا ہوتے ہیں۔ جن میں مختلف درجے۔ سنّے۔ چھوئے۔ دیکھے۔ چکھے اور

سونگھے جانے کے ہوتے ہیں۔ اور جن سے ملکر برہمانڈ سے لگا کر ذرہ ذرہ تک بنتا ہے ✦

یہاں ان تتوؤں کے نام ہی دیئے گئے ہیں۔ ان کی مفصل کیفیت میں اپنی کتاب چہل درویش میں لکھ چکا ہوں۔ سمپرگیات سمادھی میں انہیں پچیس تتوؤں کا دھیان کیا جاتا ہے۔ دھیان کی صورتیں مندرجہ ذیل ہوں گی ✦

ا۔ مہا بھوتوں کا دھیان کیا جائے۔ اور ان کثیف چیزوں کو بشے بنا کر یہ غور کیا جائے کہ ایک کے بعد دوسرا یہ تتو ہے۔ یہ تو لفظ ہے اور یہ اس کے معنے ہیں۔ اس قسم کی بھاونا "ترک والی سمادھی" کہلاتی ہے۔ ترقی پا کر ترتیب اور لفظ و معنی کی بھاونا کی ضرورت نہیں رہا کرتی۔ صرف وہ تتو باقی رہجاتا ہے یا رہجاتے ہیں۔ جن کا دھیان کیا جاتا ہے۔ اسے "بے ترک والی سمادھی" کہتے ہیں۔ ترک کے معنے فرض یا گمان کرنے کے ہیں۔ چونکہ یہ سمادھی فرض و گمان سے بہم پہنچتی ہے کہ یہ فلاں مہا بھوت کا سروپ ہے۔ اور یہ فلاں کا۔ اس واسطے اسے ترک والی سمادھی کہتے ہیں ✦

۲۔ تنوماتراؤں اور اندریوں کا دھیان کیا جائے اور ان لطیف چیزوں کو بشے بنا کر دیش۔ کال اور ان کے مختلف دھرموں کے لحاظ سے غور کیا جائے تو یہ "بچار والی سمادھی" کہلاتی ہے۔ اس میں بھی ترقی پا کر دیش کال اور دھرم کا خیال جک جاتا ہے۔ اور صرف سوکشم تتو رہجاتے ہیں۔ اس وقت کی بھاونا "بے بچار والی سمادھی" کہلاتی ہے۔ بچار کے معنے غور کے ہیں۔ اس میں ترک و فرض یا گمان کی جگہ غور کام میں آتا ہے ✦

ان دونوں قسموں کی سمادھیوں کو اصطلاح میں "گراہیہ سماپتی" یعنی معلوم علم کہتے ہیں۔ کیونکہ یہاں سوکشم یا استھول تتو بشیوں میں داخل ہیں۔ اس

دور کرنا
نا بود کرنا

گیا تا یعنی عالم ان کا علم حاصل کر رہا ہے +

۴۲۔ رج اور تم کے لیش کے ساتھ ستو پردھان انتھ کرن کے ستو پر دھیان کیا کیا جائے۔ تو چونکہ ستو کا خاصہ پرکاش اور آنند کا ہے۔ آنند کی بھاونا ہوتی ہے۔ اس واسطے اسے "آنند والی" سمادھی کہتے ہیں۔ جو یوگی اس ستو کے آنند پر ہی پہنچے ہیں۔ اور پردھان یا پرش کی بھاونا تک ان کی رسائی نہیں ہوئی۔ وہ "بدیہہ" کہلاتے ہیں۔ کیونکہ دیہہ یا جسم یعنی مادیات اور جسمانیات کی قید سے وہ باہر آ گئے ہیں۔ اس سمادھی کو "گرہن سماپتی" یعنی آلہ علم کا علم کہتے ہیں۔ انتھہ کرن آلہ علم ہے۔ اس کا علم اس سمادھی میں ہوتا ہے +

۴۴۔ رج اور تم کا لیش ساتھ نہ ہو۔ اور صرف ستو کا دھیان کیا جائے تو ظاہر ہے کہ صرف ہستی کا خیال باقی رہجائیگا۔ اسے "اسمتا والی سمادھی" کہتے ہیں۔ اسمی کے معنے ہیں "میں ہوں" لیکن یہ اہنکار نہیں ہے۔ اہنکار پیچھے رہگیا۔ یہاں محض ہستی کا خیال ہے۔ یعنی آدمی پتھر کی طرح جڑ بنا نہیں پڑا ہے۔ بلکہ گیان دان ہے۔ یہ حالت اسمتا کی ہے سُشپتی یعنی گہری نیند میں آدمی کا حال پتھر کا سا ہوتا ہے۔ آنکھ کھلتی ہے۔ تو وہ پتھر نہیں رہا۔ گیان دان آدمی ہو گیا ہے صرف اجتماعی گیان ہے۔ یہ انفرادی اہنکاری گیان نہیں کہ میں کیا ہوں اور میرے گردو پیش کیا گیا ہے۔ اس حالت کو اسمتا کہتے ہیں۔ اہنکار بیرونی اشیا کو معلوم کرتا ہے۔ اس کا رُخ اندر کی طرف ہو تو ظاہر ہے۔ کہ پرکرتی میں سے ہو کر ہستیٔ محض کی طرح رہجائیگا۔ یہ اسمتا ہے۔ اس سمادھی کو "گرہیتری سماپتی" یعنی عالم کا علم اس وقت کہتے ہیں جب پرش کو پرکرتی سے تمیز کر کے دھیان یا بھاونا کرتے ہیں۔ جو یوگی پرکرتی کے اس وربھ

میں قائم ہیں۔ اور انہیں پرش یا ایشور کے درشن نہیں ہوئے۔ وہ "پرکرتی لے" کہلاتے ہیں +

دھیان یا غور کے ہر ایک کام میں ترپُٹی یعنی تین چیزیں ہُوا کرتی ہیں۔ معلوم۔ علم اور عالم۔ ترک اور بچار والی سمادھی میں چونکہ سوکشم اور ستھول بشیوں کا دھیان ہے اس واسطے وہاں بڑی چیز "معلوم" ہے۔ آنند والی سمادھی میں چونکہ دھیان آلہ علم یعنی انتھہ کرن کا ہے۔ اس واسطے اس میں بڑی چیز "علم" ہے۔ اشمتا والی سمادھی میں چونکہ انتھہ کرن پرکرتی میں لے ہو جاتا ہے۔ صرف ہستی محض باقی رہتی ہے۔ اور جوگی کی کوشش یہ ہوتی ہے۔ کہ پرش کو پرکرتی سے تمیز کرے۔ اس واسطے یہاں "عالم" یعنی گیان سروپ پُرش بڑی چیز ہے +

اس سے بھی صاف تر الفاظ میں یوں سمجھو کہ دھیان جمانے کے چار درجے ہُوا کرتے ہیں۔ اوّل کسی کثیف صورت مثلاً دیوتا یا گورو کی مورت پر دھیان جمایا جاتا ہے۔ اس سے ترقی کرکے ان لطیف چیزوں کو لیا جاتا ہے۔ جو کثیف چیزوں کی علّتیں یا کارن ہیں۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ دھیان آلات علم اور ان کی علّتوں یا کارنوں پر جمایا جاتا ہے۔ جن سے وہ حرکت میں آتے ہیں۔ اور چوتھا درجہ یہ ہے کہ دھیان تمام علّتوں کی علّت یا کارنوں کے کارن پر دیا جاتا ہے۔ جو ظاہر ہے کہ چیتن پرش ہے۔ جس کی روشنی میں یہ کارخانہ چل رہا ہے۔ ایک ایک درجے میں جتنی مشق بہم پہنچتی جائے اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس طرح کہ جس درجے میں مہارت ہو گئی اسے چھوڑا اور آگے قدم بڑھایا۔ اس طرح آدمی اونچے مدارج پر پہنچ جاتا ہے۔ جو لوگ مورتی پوجن یا گورو ڈم کا کھنڈن کرتے رہتے ہیں۔ وہ نہ شاستر کے اصول سے باخبر ہیں نہ روحانیت کے رموز کو سمجھتے ہیں +

سمپرگیات سمادھی کو سبیج یا سبکلپ سمادھی بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں

عالم و معلوم کا فرق یا بکلپ یا بیج رہتا ہے۔ اب سمادھی کی دوسری قسم بیان کرتے ہیں +

سوتر ۱۸- دوسری صرف سنسکار روپ ہے اور بیراگ کی مشق سے پیدا ہوتی ہے +

دوسری سمادھی نربیج - نربکلپ یا اسمپرگیات کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ اس میں عالم و معلوم کا فرق اٹھ جاتا ہے - گویا بکلپ یا بیج نہیں رہا۔ اور وہ سمپرگیات یعنی اپنے سے علیحدہ کسی چیز کو جاننے کا جو نقص تھا - جاتا رہا - صرف یکتائی رہ گئی - ہم نے جس لفظ کا ترجمہ بیراگ کیا ہے وہ "برام پرتیہ" ہے - برام کے معنے ہیں برتیوں کا نہ رہنا - اور پرتیہ کے معنے ہیں کارن - برتیوں کے نہ رہنے کا سبب پرم بیراگ ہے (دیکھو اسی پاد کا پندرھواں اور سولھواں سوتر) پرم بیراگ کی بار بار مشق ہوگی تو اور برتیاں چت میں نہ اٹھیں گی - اوّل اوّل بیراگ کے سنسکار قایم ہونگے - اور چونکہ اور برتیاں شانت ہوگئی ہیں - نرودھ کی حالت بہم پہنچتی جائے گی - اور نرودھ برتی کے سنسکار قایم ہونے شروع ہونگے - رفتہ رفتہ چت کی حالت صرف سنسکار روپ رہجائے گی - جو اسمپرگیات یا نربکلپ - یا نربیج سمادھی ہے - اور جس میں سروپ آنند کا بھان ہوتا ہے - عالم و معلوم کا فرق اُٹھ جاتا ہے +

یوگ کی ماہیت اور اقسام مختصر طور پر بتا کر بھگوان سوترکار اب ابھیاس کے طریقے مفصل طور پر بیان کرتے ہیں - اور تمہید اس طرح اُٹھاتے ہیں

سوتر ۱۹- بدیہہ اور پرکرتی لے والوں کی سمادھی کا سبب سنسار ہے +

بدیہہ اور پرکرتی لے والے یوگیوں کی تعریف سترھویں سوتر میں دی گئی

ہے اور اٹھارھویں سوتر میں بتایا گیا ہے کہ سمادھی سنسکار کا نام ہے۔ جس درجے
جس نے ترقی کی ہے۔ اُسی درجے کے سنسکار اُس کے چت میں رہینگے۔ بدیہہ
مہا بھوت اور اندریہ یا تنو ماترا اور انتہ کرن کے دھیان سے آگے نہیں
ھے ہیں۔ اس واسطے ان کے سنسکار بھی انہیں تتووں کے رہینگے۔ یہی حال
رتی نے والوں کا ہے۔ دونوں نے گیان سروپ پرش کے درشن نہیں کئے
۔ بلکہ مادے ہی کے احاطے میں ہیں۔ اس واسطے پرکرتی انہیں تماشے دکھاتی
ہے گی۔ یعنی انہیں سنسار اور جنم مرن ہوتا رہیگا۔ چونکہ بدیہوں کے سنسکار
بھوتوں اور اندریوں کے ہیں۔ اس وجہ سے یہ اُن لوگوں میں جنم دھارن
رہیں گے۔ جن کی سرزمین مہابھوتوں اور اندریوں کے مادے کی ہے۔ جیسی
ی زمین خاک کی ہے۔ اسی طرح اور لوک مہابھوتوں وغیرہ کے ہیں۔ یہ لوک
ی لوک۔ سورگ لوک وغیرہ ہیں۔ پرکرتی نے والے کلپ کے آخر تک رہینگے
نکہ اُنہوں نے زیادہ ترقی کی ہے۔ اور پرکرتی کی حد تک پہنچ گئے ہیں۔ دونوں
نچے لوکوں میں بھی کام کریں گے۔ اور بار بار اس جہان فانی میں بھی آئینگے۔
کا نام سنسار یعنی مرنا ہے۔ اس واسطے یہ یوگی نیچے درجے کے ہیں۔ کوشش
ونی چاہیے۔ کہ سمپرگیات سمادھی سے اوپر اسمپرگیات کے درجے پر چڑھ کر پرش
درشن کئے جائیں یعنی سروپ آنند کا رس لیا جائے اور نرودھ کے سنسکار
میں قائم کئے جائیں۔ چنانچہ کہتے ہیں:۔

سوتر ۲۰۔ اوروں کی سمادھی کا سبب اعتقاد۔ زور۔ حافظہ۔
یکتائی اور علم کے ساتھ ہوتا ہے +

یعنی اور یوگیوں کی صورت میں سمادھی صرف بدیہہ یا پرکرتی نے ہونا نہیں
تی۔ بلکہ اس کے ساتھ وہ اوصاف ہوتے ہیں جن کا بیان سوتر میں ہے۔

ان میں سے اعتقاد کے یہ معنے ہیں کہ فرخندہ خاطری سے انہیں یوگ پر بھروسہ ہو کہ اس کی برکت سے ہم موکش پد کو پہنچ جائیں گے۔ اعتقاد کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ زور یعنی شوق اور اتساہ سے وہ یوگ میں مصروف رہیں گے۔ یہ زور و شوق انہیں پہلی ترقی کی یاد دلاتا رہیگا جو حافظہ ہے۔ اس حافظے سے یکسوئی طبع میں مدد ملے گی۔ اور وہ یکسوئی کرتے چلے جائیں گے۔ یکسوئی سے تمیز نصیب ہوگی کہ یہ بدلنے والی صورتیں پرکرتی کی ہیں۔ اور ہم ہمیشہ رہنے والے گیان سروپ پاتما ہیں۔ اس طرح پرم بیراگ پیدا ہوگا۔ اور وہ اسمپرگیات سمادھی کے درجے پر پہنچ جائیں گے۔ ان تجاویز کے علاوہ اور بھی ہیں جن کا بیان آگے آتا ہے +

۵۔ سمادھی کی دو بڑی قسمیں

سوتر ۲۱۔ یا تیز ذوق آدمیوں کے واسطے سمادھی قریب تر ہے +

جس لفظ کا ترجمہ ذوق کیا گیا ہے وہ سمویگ ہے۔ ذوق وہ جذبہ ہے جس سے آدمی ہمہ تن کام میں مصروف ہؤا کرتا ہے۔ جس شخص کو سمادھی لا بجہ تیز ذوق ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ بدل و جان ابھیاس کرے گا۔ اور اس کا تیز ذوق اسے جلد تر اونچے درجے پر چڑھا دیگا۔ لیکن اس ذوق میں درجے ہیں۔ اور وہ بیان کئے جاتے ہیں +

سوتر ۲۲۔ اس میں بھی کم۔ متوسط اور زیادہ کا فرق ہے +

تیز ذوق سمادھی کی حالت بہم پہنچانے کے واسطے ضروری چیز ہے جیسا سوتر میں مرقوم ہے اس کے تین درجے ہؤا کرتے ہیں۔ بعض شارح بھوج مہاراج اس سوتر کے معنے اور طرح بیان کرتے ہیں۔ وہ بطاعباد

ہتا ہے کہ درجے ذوق ہیں ہیں۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ درجوں کا تعلق اُن
ویز سے ہے۔ جو بیسویں اور اکیسویں سوتر میں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً
شا دغیرہ اور تیز ذوق ہر تجویز کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ اس طرح نو قسم
یوگی ہوں گے۔ کیونکہ ہر ایک اُپائے یا تجویز تین قسم کے درجوں کے لحاظ
تین قسم کی ہوگی۔ اور پھر ہر ایک ان تینوں میں سے تیز ذوق کے لحاظ سے
تین قسم کی ہوگی۔ اس طرح نو قسم کے یوگی ہو گئے۔ یہ معنے بھی ہو سکتے
۔ لیکن پہلے زیادہ قرین قیاس ہیں۔ اب سمادھی کی اور تجویز بیان کرتے
ہیں

سوتر ۲۳۔ یا ایشور کی رضا پر راضی رہنے سے سمادھی بہم
پہنچتی ہے۔

لفظ ایشور کا مادہ ایش بمعنی حکومت کردن ہے۔ اس سے ایشور جہان
ان کا حاکم سمجھنا چاہیئے۔ راضی برضا رہنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ آدمی توکل
سے اپنے تمام کام ایشور پر چھوڑ دے۔ اسی کو مسئلہ تسلیم کہتے ہیں۔ اِس میں
یہ ہے۔ کہ سمادھی کی بڑی روک بند علایق یا راگ ہے۔ اسی کے باعث
ں دمبدم تازہ برتیاں اُٹھتی رہتی ہیں۔ یہ اٹھتی اس واسطے ہیں۔ کہ ہم
ب کو طاقتور ماننے بیٹھے ہیں۔ کہ اپنے واسطے بھلائی ہی بھلائی پیدا
لے۔ اور بُرائی کو نکال باہر کریں گے۔ اگر اس واہمۂ باطل کو طبیعت سے
جائے۔ تو چت میں بیراگ پیدا ہوگا۔ جو سمادھی کا قریب تر رستہ ہے
سوتروں میں جو تجاویز بتائی گئی ہیں ان پر عمل کرو اور تمہیں کامیابی
ہوگی۔ اگر نہ ہو تو آسان طریقہ یہ ہے۔ کہ آدمی اپنے کو ایشور کے اوپر
ے۔ اور بھروسا یہ رکھے کہ جو کچھ کرتا ہے ایشور کرتا ہے۔ میں کچھ نہیں کرتا

بُرائی بھلائی سب کو ایشور کی جانب سے سمجھے۔ اور سب کو بخوشی تسلیم کرے آپ صرف کام کرے اور ثمرہ اعمال ایشور پر چھوڑ دے۔ چت کی یہ حالت سمادھی پر جلد تر پہنچا دیتی ہے +

چونکہ اس سوتر میں ایشور کا ذکر ہے۔ ایشور کا سروپ، وغیرہ بھی بتانا چاہیئے۔ چنانچہ اب وہ بیان کرتے ہیں +

۶- ایشور کا سروپ اور دھیان

سوتر ۲۴- اور پرشوں سے الگ ایشور ایک پُرش ہے اور اُسے کلیش- کرم- کرم پھل- اور واسنا چھُو نہیں گئی ہے +

ہم اوپر بھی لکھ آئے ہیں کہ یوگ فلسفہ سانکھیہ پر مبنی ہے۔ سانکھیہ دوئی کا فلسفہ ہے۔ یعنی اس میں صرف پرکرتی اور پرش دو انتہائی وجود قایم بالذات مانے گئے ہیں۔ تیسرا وجود یعنی ایشور تسلیم نہیں کیا گیا۔ اس واسطے سانکھیہ نرایشور ہے یوگ میں ایشور کا وجود بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ اس واسطے یہ شاستر سیشور ہے۔ لیکن صرف دھیان وغیرہ کرنے کی غرض سے یہاں ایشور مانا گیا ہے۔ اور اس کا کچھ مطلب نہیں ہے۔ یوگ کا فلسفہ وہی ہے۔ جو سانکھیہ کا ہے۔ دھیان کے واسطے ضروری ہے۔ کہ ایشور کے گُن بتائے جائیں۔ وہ اس سوتر میں تحریر ہیں اوّل تو ایشور ایک پرش ہے یعنی گیان سروپ ہے۔ دوسرے اور پرشوں سے ممیز ہے۔ تمیز یہ ہے کہ اس میں کلیش یعنی اودیا یا جہل وغیرہ جن کا ذکر آگے آئیگا نہیں ہیں۔ اور پرشوں کے ساتھ اس جہل کے باعث سے کرم۔ کرموں کے پھل بھوگنے۔ اور بھوگوں کی واسنا لگی ہوئی ہے۔ جو انہیں بار بار سنسار میں کھینچتی ہے۔ اور آواگون کے چکر میں گھماتی رہتی ہے۔ ایشور ان نقصوں

سے معرا ہے۔ ایشور کا سروپ بیان کر کے اب اس کا پرمان یعنی اندازہ بیان کرتے ہیں +

اس میں سروگیہ تمہ محدود ہے جو اوروں میں بیج کی صورت میں ہے

سوتر ۲۵ ۔ اُس میں سروگیتا کے بیج کی سب سے پرلی حد ہے +

اور پرش کلیش وغیرہ چاروں نقصوں کے باعث الپگیہ ہیں یعنی ان کا علم محدود ہے۔ لیکن جو جو چیز محدود ہے اس کی حد غیر محدود میں جا کر ملتی ہے۔ انتہہ کرن میں گیان موجود ہے۔ لیکن یہ گیان تھوڑا سا ہے۔ گیان کی انتہا یہ ہے کہ ماضی۔ حال و مستقبل پر بھی حاوی ہو۔ اور ہر ایک شے پر بھی حاوی ہو۔ ایسا غیر محدود گیان* ایشور کا ہے۔ یہ گیان کا بیج ہے۔ جس کے درخت کی شاخیں اور پتے تمام کائنات کو معمور کر رہے ہیں۔ یہ سب سے پرلی چیز ہے اور اس سے پرے اور کچھ نہیں ہے +

اس طرح ایشور کا پرمان بیان کر کے اب اس کا پربھاو بتاتے ہیں +

سوتر ۲۶ ۔ وہ قدما کا بھی گورو ہے۔ کیونکہ وقت سے محدود نہیں ہے +

وہ قدیم سے قدیم آچاریوں کا

قدما سے مراد برہما وغیرہ سرشٹی کرتا دیوتاؤں سے ہے۔ جو جہان و جہانیاں دونوں سے پہلے ہوتے ہیں۔ ایشور چونکہ سروگیہ ہے۔ یعنی اس کا گیان ماضی و حال و مستقبل سے محدود نہیں ہے۔ اس واسطے اس کی ہستی تابع زماں نہیں ہے وہ ذات قدیم وباقی ہے۔ کائناتیں اس کے گیان میں اسی طرح اُٹھتی اور غائب ہو جاتی ہیں۔

* یہاں غور کرنے کی بڑی بات یہ ہے کہ سروگیہ وہی وجود ہو سکتا ہے جو سرو ویاپی ہو۔ اور سرو ویاپی وہی وجود ہو سکتا ہے جس میں محدودیت زمانی و مکانی کا اشتباہ نہ ہو۔ یعنی وہ سب میں سما ہو۔ اور سب کچھ ہو۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہو وہ محض پردہ نمود ہی ہو۔ اور کچھ نہ ہو۔ یہ باریک مسئلہ صرف ویدانت نے سمجھا ہے۔ باقی جہاں ہیں صرف لفظی بحثیں ہیں +

جس طرح بحر میں حباب و موج اُٹھتے ہیں اور اُٹھکر پھر بیٹھ جاتے ہیں - اس ایشور کی اپاسنا کرنی ہے - اس کا طریقہ بتاتے ہیں +

سوتر ۲۷ - اس کا لفظ مظہر پرنو یا اوم ہے +

ایشور کی اپاسنا کا طریق یہ ہے - کہ منہ سے اس کا نام جپا جائے - اور من میں اس کا دھیان کیا جائے - ایشور کا سب سے پیارا اور متبرک نام پرنو یا اوم ہے - پرنو کا مادّہ "نو" ہے جس کے معنے ستتی کرنے کے ہیں - اسی نام سے اسے اُپنشدوں میں پکارا گیا ہے اور اس کے اپاسنا کے طریق بتائے گئے ہیں - یوگ کا رآچار یہ طریق ذیل بتاتے ہیں +

سوتر ۲۸ - اوم کا جپ اور اس کے معنے کا چنتن کرنا چاہیئے +

جپ کے معنے زبان سے اوم اوم - بولنا ہے - لیکن صرف جپ سے کام نہیں نکلتا - ساتھ ہی اس کے جو معنی ہیں اُن پر دھیان دینا چاہیئے - اس وقت فائدہ حاصل ہوتا ہے یعنی آدمی سمادھی لابھ کرتا ہے - دھیان کا طریقہ مانڈوک اُپنشد میں دیا ہؤا ہے - اوم تین حرفوں سے ترکیب پاکر بنا ہے - اکار یعنی ا - اُکار یعنی و - مکار یعنی م - یہ تین ماترائیں کہلاتی ہیں - اردھ ماترا یعنی نصف ماترا گپت ہے - جس کا حروف میں اظہار نہیں ہؤا ہے - جپ کے ساتھ دھیان یہ کیا جاتا ہے کہ اکار کے بولنے کے ساتھ ایشور کی یہ بھاونا ہو کہ جاگرت کے جگت یعنی دنیائے عالم بیداری میں ایشور سروویاپک ہے - اُکار کے اچارن کے ساتھ یہ دھیان ہو کہ ایشور سوپن جگت یعنی دنیائے عالم خواب میں سروویاپی ہے - مکار کے بولنے کے ساتھ یہ دھیان ہو کہ ایشور سُشپتی یعنی گہری نیند کے عالم میں سروویاپی ہے عالم بیداری کی دنیا کثیف ہے - عالم خواب کی دنیا لطیف ہے سُشپتی دونوں کا کارن شریر یعنی علت اولٰے ہے جس میں سے سوکشم ستھول دونوں طرح کی دنیا ظہور

پرکرتی ہے۔ اس طرح تینوں عالموں میں ایشور کے متعلق سروویاپکتا کی بھاونا کرکے گپت اردھ ماترا کے سہارے سے اس کے شدھ بدھ۔ سچدانند سروپ کا دھیان کرنا چاہیے۔ کہ گیان سروپ ہونے کی وجہ سے وہ تینوں عالموں میں سروویاپک ہوتا ہوا بھی تینوں سے نرلیپ اور سدا اپنے سروپ میں ثابت وقائم ہے۔ اس طرح کے جپ اور دھیان سے جو نتیجہ حاصل ہوگا وہ اگلے سوتر میں دیا جاتا ہے +

سوتر ۲۹۔ اس سے اندرونی چیتن کا احساس اور رکاوٹوں کا ناس ہوگا +

اس سے یعنی اوم کے جپ اور معنی کے دھیان سے اندرونی چیتن یعنی گیان سروپ پرش کا احساس یا انوبھو ہونے لگے گا۔ جو انسان کی ماہیت ذاتی یا اصلی سروپ ہے۔ ساتھ ہی تمام رکاوٹیں دور ہوجائیں گی۔ وہ رکاوٹیں کیا ہیں ان کی تشریح کرتے ہیں +

۷۔ یوگ کی رکاوٹیں

سوتر ۳۰۔ بیماری۔ کمزوری۔ شک۔ بے پروائی۔ آلکس۔ ہوا و ہوس۔ مغالطہ۔ مقام پر نہ پہنچنا۔ بے ثباتی۔ چت کے وکشیپ یا رکاوٹیں کہلاتی ہیں +

رکاوٹیں چت کے وہ وکشیپ ہیں یا ایسی خلل انداز کیفیات نفس ہیں جو سمادھی نہیں لگنے دیتیں۔ ان کی تفصیل اس سوتر میں درج ہے۔ بیماری خلطوں کی ناہمواری کا نام ہے۔ جیسے بخار وغیرہ۔ کمزوری اس حالت کو کہتے ہیں جس میں چت کام سے بھاگتا ہے۔ شک دو پہلو والی برتی ہے۔ کہ آیا یہ بات یوں ہے یا وون۔ بے پروائی

سمادھی کے سادھنوں میں شوق نہ ظاہر کرنے کا نام ہے۔ آلکس جسم و نفس کی گرانی کو کہتے ہیں جس سے یوگ میں مشغولیت نہیں ہوتی۔ ہوا و ہوس چت کی دنیا کے چیزوں میں خواہش و رغبت کا نام ہے۔ مغالطہ چیز کے کچھ کے کچھ جانے کو کہتے ہیں جیسے نفس کی حالت کچھ ہے اور سمجھ کچھ اور بیٹھے۔ مقام پر نہ پہنچنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ خاص باعثوں سے سمادھی کی حالت بہم نہ پہنچے۔ اور بے ثباتی وہ ہے۔ کہ گو کسی مقام پر رسائی ہو گئی۔ لیکن وہاں ثبات و قیام نہیں ہوا۔ یہ رُکاوٹیں بتا کر کچھ اور بھی بیان کرتے ہیں ✝

جسم کا کانپنا سانسوں کی بےقاعدگی

سوتر ۳۱۔ دُکھ۔ من کا ٹھیراؤ نہ ہونا۔ گھبراہٹ۔ سانس کا اندر جانا اور باہر آنا وکشیپوں کے ساتھ ہوتے ہیں ✝

دُکھ چت کا راجسی پرنیام ہے۔ اور اس سے تکلیف محسوس ہوا کرتی ہے من کے ٹھیراؤ نہ ہونے کا باعث بیرونی اسباب بھی ہوا کرتے ہیں اور اندرونی بھی۔ گھبراہٹ سے اعضائے جسم کانپنے لگتے ہیں اور آسن نہیں جمتا۔ دھیان دیتے وقت جب من کو اور چیزوں سے خالی کر لیا جاتا ہے تو اکثر مشاہدے میں آتا ہے۔ کہ جس چیز پر دھیان جمانا ہے۔ اس پر توجہ نہیں۔ توجہ بے اختیار سانسوں کی طرف جاتی ہے۔ جو اندر جاتے ہیں اور باہر آتے ہیں۔ اس توجہ کے ہٹنے سے آدمی دِق ہوتا ہے۔ اس واسطے یہ اور باقی کی تین رُکاوٹیں سمادھی میں مخل ثابت ہوا کرتے ہیں۔ ان وکشیپوں کے دور کرنے کے طریقے کیا ہیں۔ انہیں بتاتے ہیں ✝

۸۔ رکاوٹوں کے دور کرنیکے طریقے

سوتر ۳۲۔ ان کے روکنے کے واسطے ایک تتو کا ابھیاس کرنا چاہیئے ✝

چونکہ من کو ستھر کرنا ہے۔ اور وکشیپ ستھر نہیں ہونے دیتے۔ اس واسطے علاج یہ ہے۔ کہ ایک تتو لے لیا اور اس پر بار بار دھیان کرنے کی مشق شروع کی۔ اسی کا نام ابھیاس ہے کہ کسی شے کو بار بار دھیان کے ذریعے سے من میں داخل کیا جائے۔ یہ دھیان وکشیپوں کو دور کرے گا۔ اور ان کی جگہ اپنے سنسکار بٹھائیگا۔ اس طرح سمادھی لگنے لگے گی۔ تتووں کا بیان ہم سترھویں سوتر میں سمپرگیات سمادھی کے ضمن میں کر آئے ہیں۔ بھوج مہاراج اُن میں سے کسی ایک من چھنتے تتو کا دھیان بتلاتے ہیں۔ اور ویاس جی ایک تتو سے ایشور مراد لیتے ہیں۔ فیصلہ ناظرین کے ہاتھ میں ہے۔ جس کا دھیان انہیں پسند ہو کریں۔ فائدہ دونوں صورتوں میں ایک ہوگا یعنی چت ستھر ہونے لگیگا۔ اور علاج یا تجاویز مندرجہ ذیل ہیں + دوسری

سوتر ۳۳۔ سکھ دکھ اور نیکی بدی کے ساتھ ہم آہنگی۔ رحم خوشی اور بے پروائی برتنے سے قلب صافی ہوتا ہے +

اس سوتر میں وہ چار زرّیں اصول بیان ہوئے ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے نفس مطمئن ومسکن ہوتا ہے۔ اور جلد تر سمادھی کی حالت بہم پہنچا سکتا ہے +

۱۔ کسی کو سکھی دیکھو تو بجائے حسد کرنے اور کڑھنے کے اس کے ساتھ تم بھی آہنگ ہو جاؤ۔ یعنی جیسا وہ سکھی تم بھی اُسے دیکھکر سکھی ہو +

۲۔ اگر کسی کو دُکھی دیکھو تو اُس سے پہلو نہ بچاؤ بلکہ تمہارے دل میں رحم یا دیا جوش مارنے لگے کہ کس طرح اس کا دکھ دور کروں +

۳۔ نیکوں کو دیکھ کر تمہیں اندرونی خوشی ہونی چاہیئے۔ اور کتنی ہی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے ان کے قدموں پر چلنا چاہیئے +

۴۔ اس کے برعکس بدوں کو دیکھکر اگر ہو سکے ان کی بدی کا علاج مستحسن طریق سے کرنا چاہیئے۔ نہ ہو سکے تو اُن سے بے پروائی برتنی لازم ہے۔ ایسا کرنے

سے چیت پرساد کی حالت کو پُہنچے گا - اور تم جلد تر سمادھی لابھ کرنے کے لائق ہو جاؤ گے - شری کرشن بھگوان گیتا میں اس صفائے قلب کی نسبت کہتے ہیں :-

پاتے ہی صفائے قلب یہ ہے دستور
سب دُکھ اور درد ہوتا ہے دل سے دُور

دل جس کا ہو گیا مصفّا وہ شخص
ہو جاتا ہے جلد قایم العقل ضرور

سوتر ۳۴ - یا سانس کے باہر نکالنے یا اندر روکنے سے من ستھر ہوتا ہے +

سانس اندر اسی وقت روکا جا سکتا ہے جب باہر سے اندر پہلے لایا جائے اس واسطے اس سوتر میں سانس کے باہر نکالنے یعنی ریچک - اندر کھینچنے یعنی پورک اور روکے رکھنے یعنی کُمبھک کا ذکر ہے - اسی کو پرانا یام کہتے ہیں - اس سے من ستھر ہوتا ہے - پرانا یام کا ذکر آگے دیا جائیگا - اس واسطے یہاں تفصیل نہیں دی گئی +

سوتر ۳۵ - یا بشے والے انوبھو کے پیدا ہونے سے من ستھر ہوتا ہے +

بشے پانچ ہیں - گندھ - رس - روپ - سپرش اور شبد - ان کا بیان ستر ھویں سوتر میں ہو چکا ہے - اِن بشیوں کا انوبھو یا احساس اس طرح کیا جاتا ہے - ناک کے اگلے حصّے میں یہ دھیان کرتے ہیں - کہ خاص خوشبو آ رہی ہے - کچھ مشق سے حقیقت میں خوشبو محسوس ہونے لگتی ہے - یہ بشے والا انوبھو ہے - جہاں پیدا ہونے لگا من ستھر ہو جاتا ہے - اور وکشیپ دور ہو جاتے ہیں - اسی طرح زبان کے اگلے حصّے میں رس کا - تالو کے اگلے حصّے میں روپ کا - زبان کے بیچ میں سپرش کا - اور زبان کی جڑ میں شبد کا انوبھو پیدا کر کے من کو ستھر کیا جا سکتا

ہے +

سوتر ۳۶۔ یا بے رنج اور پُر نور چت کے انو بھو پیدا کرنے سے من ستھر ہوتا ہے +

یہ من کے ستھر کرنے کا چوتھا طریق بتایا گیا ہے۔ اس کے صاف معنی تو یہ ہے۔ کہ چت کو برتیوں سے خالی کیا جائے۔ خالی ہو گیا۔ تو ظاہر ہے۔ کہ چونکہ چت ستوگن کا پرنیام ہے۔ اور ستو کا خاصہ آنند اور پرکاش ہے۔ خالی کرنے والے کو ابھیاس سے رفتہ رفتہ اِن دونوں خاصّوں کا انو بھو ہونے لگے گا اور من ستھر ہو جائیگا۔ لیکن چت کا بے سہارے خالی کرنا سخت دقّت کا کام ہے۔ اس واسطے آچاریوں نے سہارے رکھے ہیں۔ یعنی دل انسان کو آٹھ پتّیوں والا کمل مانا ہے۔ جس کا رُخ نیچے کی طرف رہتا ہے۔ سانس کو باہر نکالنے کے ساتھ دھیان یہ کرنا چاہئے۔ کہ اس کا رُخ اوپر کو ہوا۔ اس طرح دھیان کرتے کرتے من سُشمنا ناڑی میں داخل ہوگا۔ اور اُسے چاند سورج کی سی روشنی نظر آئیگی۔ اور سرور موفور محسوس ہوگا۔ یہ چت کا بے رنج اور پر نور انو بھو پیدا کرنا ہے۔ چت پر دھیان جمانے کا ایک اور طریقہ بھی ہے۔ یعنی دل کو اندرونی نگاہ سے اس طرح دیکھتے ہیں۔ کہ یہ خلا والا آکاش ہے۔ اور اس میں سورج چاند ستارے وغیرہ روشن ہیں۔ ابھیاس سے رفتہ رفتہ انو بھو ہونے لگتا ہے۔ کہ ہردے اکاش میں سورج۔ چاند۔ ستارے وغیرہ روشن ہیں۔ اس سے آنند آنے لگتا ہے۔ اور من ستھر ہونے لگتا ہے +

سوتر ۳۷۔ یا بے خواہش والے چت کو بِشے بنانے سے من ستھر ہوتا ہے +

پانچویں طریق کے معنے دو طرح سے کئے جاتے ہیں۔ چت میں بے شک ستو پردھان ہے۔ لیکن رج اور تم بھی موجود رہتے ہیں۔ انہیں سے تمام خواہشیں

پیدا ہوتی ہیں۔ پس دھیان یہ کرنا چاہیئے۔ کہ رج اور تم دونوں اس میں سے نکل گئے ہیں۔ اور شُدّھ ستو رہگیا ہے۔ خواہشیں کچھ باقی نہیں رہی ہیں۔ اس سے نور و سرور کا ظہور ہوگا۔ اور من ستھر ہونے لگے گا۔ یہاں بھی دِقت طلب وہی خالی کرنے کا سوال ہے۔ اس واسطے بے خواہش والے چت کو بشئے بنانا مشکل ہے لوگ زیادہ تر معنے یہ لیتے ہیں۔ کہ بے خواہش والے چت سے مراد بے خواہش چت والے آدمی ہیں۔ مثلاً ویاس۔ شُک۔ شری رام چندر۔ شری کرشن وغیرہ۔ ان کی مورتیوں کو دھیان میں رکھنے اور ان کا انوبھو پیدا کرنے سے من ستھر ہوتا ہے ÷

سوتر ۳۸ ۔ یا سوپن اور نیند کے گیان کا سہارا لینے سے من ستھر ہوتا ہے ÷

سونے میں جب بیرونی اندریاں شانت ہو جاتی ہیں۔ اور صرف من سے آدمی ہر ایک چیز کا مزہ لیتا ہے۔ اس حالت کو سوپن کہتے ہیں۔ گہری نیند کی تعریف دسویں سوتر میں دی جا چکی ہے۔ دھیان کا طریق یہ ہے۔ کہ بیٹھتے اُٹھتے۔ چلتے پھرتے۔ کھاتے پیتے آدمی خیال یہ کرے کہ یہ دنیا نہیں ہے۔ میں سوپن دیکھ رہا ہوں۔ یا گہری نیند میں جو حالت ہوتی ہے۔ اس کا دھیان کرے۔ دونوں سے من ستھر ہو جائیگا۔ یہ ابھیاس زیادہ تر ویدانتی کیا کرتے ہیں ÷

سوتر ۳۹ ۔ یا اپنے من چہتی چیز کے دھیان سے من ستھر ہوتا ہے ÷

چونکہ آدمی مختلف طبایع کے ہیں۔ خواہشیں جدا ہیں۔ پسند جدا جدا ہیں۔ اس واسطے سب کے لیئے دھیان کا ایک طریقہ رکھنا دھیان کو نا ممکنات میں داخل کرنا ہے۔ جیسی جس کی پسند ہے اس پسند کے مطابق دھیان کرے۔ تو چت جلد تر

ستھر ہونے لگتا ہے۔ اس اصول کو ذہن میں رکھ کر سوتر کار لکھتے ہیں۔ کہ جس کی جو من چنتی چیز ہے اس کے دھیان سے اُسے شانتی نصیب ہو گی۔ مثلاً بعض من کے اندر چاند دیکھتے ہیں۔ آنکھوں کے سامنے یا دسویں دوار میں تارا دیکھتے ہیں۔ خاص ناڑیوں اور خاص چکروں میں تماشے دیکھتے ہیں یا خاص آوازیں سُنتے ہیں۔۔ اپنے گورو یا اِشٹ دیو کی منوہر مورتی کا دھیان کرتے ہیں۔ یہ سب دھیان من کے ستھر کرنے والے ہیں۔ جن مذاہب میں سب کو ایک لکڑی ہانکا جاتا ہے یا جو ہٹ دھرم آدمی اپنی جہالت سے لوگوں کو عبادت کے خاص طریقوں سے ہٹاتے ہیں اور اپنے ہی عقاید دھرمیہ کو چاہتے ہیں۔ کہ سب مانیں وہ بڑی بھاری غلطی پر ہیں۔ وہ اپنی ہی راہ ترقی مسدود نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ اوروں کا بھی ناس ملایا چاہتے ہیں +

خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔ اوپر کے آٹھ سوتروں میں من کے ستھر کرنے اور سمادھی کے لایق بنانے کے واسطے آٹھ طریق یا آٹھ تجاویز بتائی گئی ہیں۔ اب بھگوان سوتر کار من کے ستھر ہونے سے جو پھل حاصل ہوتا ہے وہ بیان کرتے ہیں +

سوترہ ۴۰۔ ایسی یوگی کی رسائی پرمانو سے لگا کر آکاش تک ہوتی ہے +

من ستھر ہونے کے معنے یہ ہیں۔ کہ یوگی جس چیز کا دھیان کر رہا ہے۔ چت اسی چیز کا روپ ہو جائے۔ اور کوئی رُکھن یا خلل بیچ میں راہ نہ پائے۔ دھیان کی یہ طاقت بہم پہنچا لینے کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ یوگی چھوٹی سی چھوٹی چیز مثلاً پرمانو یا ایٹم جس سے چھوٹی چیز اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ اور بڑی سے بڑی چیز مثلاً آکاش جس سے بڑا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ دونوں کو دھیان میں لا سکتا ہے۔ گویا اس کا چت دونوں کا روپ اختیار کر سکتا ہے۔ یہ روپ اختیار کرنا اِن سے ہم آہنگی حاصل کرنا ہے۔ یا ویسا ہی بن جاتا ہے۔ اس وجہ سے یوگی کی رسائی پرمانو تک بھی

ممکن ہے اور اکاش تک بھی - کارخانۂ قدرت میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو دھیان جاننے والے یوگی کے احاطۂ اقتدار سے باہر ہو - وہ سب پر اختیار حاصل کر سکتا ہے - سب کا حاکم بن سکتا ہے - پرکرتی یا قدرت اس کے آگے کنیز بن کر کھڑی رہتی ہے - کہ جو حکم ہو - بسر و چشم بجا لاؤں +

پھل بتا کر یہ بتاتے ہیں کہ قلب صافی کا روپ کیا ہوتا ہے +

سوتر ۴۱ - جس کی برتیاں نہیں اسے عالم و علم و معلوم میں شفاف بلور کی طرح یکتائی و محویت بہم پہنچتی ہے + جس یوگی کی برتیاں منضبط ہو جاتی ہیں

سترھویں سوتر میں بیان کیا گیا ہے کہ دھیان تین چیزوں کا کیا جا سکتا ہے - کثیف مہا بھوت وغیرہ - لطیف تنوماترائیں وغیرہ اور آتما - یہی معلوم و علم و عالم ہیں - اور ان میں دنیا کی ہر ایک چیز شامل ہے - دھیان کرتے کرتے یہ عالم بہم پہنچتا ہے - کہ چت کی تمام برتیاں تو شانت ہو جاتی ہیں - اور جس چیز کا دھیان کیا جا رہا ہے چت اسی میں محویت اور یکتائی کا درجہ بہم پہنچاتا ہے - یعنی اسی کا روپ ہو جاتا ہے - جیسے بلور باوجودیکہ خود بیرنگ ہے - لیکن جس رنگ دار چیز کے اوپر رکھا جائے وہی رنگ اس میں نظر آتا ہے - اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے - کہ یوگی جو بات چاہے کیونکر کر سکتا ہے - جس شے کا علم حاصل کیا چاہتا ہے دھیان سے چت کو اسی کی صورت بنا لیتا ہے - جو حرکت دیکھا چاہتا ہے چت ویسی ہی حرکت کرنے لگتا ہے جو سدھی چاہے فوراً مہیا ہو جاتی ہے - اس طرح سمادھی کا بیان کر کے اب اس کی قسمیں بتاتے ہیں +

۹ - سمادھیوں کا مفصل بیان

سوتر ۴۲ - ترک والی سمادھی میں لفظ و معنی و علم تینوں پائے

جانتے ہیں +

لفظ وہ ہے جو کانوں سے سنا جاتا ہے۔ معنی وہ ہیں جو اسکے مقابلے میں خود چیز ہے۔ تیسری بات اس چیز کا علم ہے۔ اوّل اوّل دھیان کرنے میں کثیف چیزیں لیجاتی ہیں۔ مثلاً مہا بھوت۔ لفظ مہا بھوت۔ شے مہا بھوت اور مہا بھوت کا گیان تینوں پر دھیان دیا جاتا ہے۔ یہ "ترک والی سمادھی" کہلاتی ہے۔ اب بے ترک والی حالت لیجیئے +

سوتر ۴۳۔ بے ترک والی سمادھی میں حافظہ نہ رہنے پر چت اپنی صورت چھوڑ دیتا ہے۔ اور دھیان کی ہوئی چیز کی صورت میں نمودار ہوتا ہے +

لفظ و معنی پر شروع میں دھیان دیا جاتا ہے۔ کثرت مزاولت سے لفظ و معنی کی یاد یا حافظہ تو جاتا رہتا ہے اور چت خود چیز کی صورت میں محسوس ہونے لگتا ہے یہ "بے ترک والی سمادھی" کہلاتی ہے +

سوتر ۴۴۔ اسی طرح سُوکشم بشئے کی بچار اور بے بچار والی سمادھی کی توضیح ہے +

مہا بھوتوں کے لحاظ سے تنو ماترائیں۔ اندریاں اور انتہ کرن سُوکشم یعنی لطیف چیزیں ہیں۔ ان کا دھیان بھی اوّل اوّل الفاظ و معنی کے ساتھ یا زمان و مکان و خواص کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یہ "بچار والی سمادھی کہلاتی ہے۔ آخر یہ قیدیں اسی طرح اُڑ جاتی ہیں۔ جس طرح بے ترک والی سمادھی میں بیان ہوا ہے۔ اور چت دھیان کی ہوئی چیز کی صورت میں پرکاشمان ہوتا ہے۔ اس سُوکشم بشئے کی حد کہاں تک ہے۔ وہ بتاتے ہیں +

سوتر ۴۵۔ النگ تک سوکشم بشیوں کی حد ہے +

لِنگ نشان کو کہتے ہیں۔ جس سے کسی چیز کی پہچان ہوتی ہے۔ الِنگ وہ چیز ہے۔ جس میں کوئی نشان یا پہچان نہیں ہے۔ سانکھیہ کے تتو چار قسموں میں منقسم ہیں۔ اوّل کثیف یعنی مہابھوت جنہیں صاف لِنگ یا نشان والے کہا جا سکتا ہے دوسرے لطیف یعنی تتوماترائیں۔ اندریاں۔ من۔ اہنکار۔ یہ غیر صاف لِنگ یا نشان والے ہیں۔ تیسرے مہت یا بُدھی جو محض لِنگ ہے۔ کیونکہ اس کا علم تو ہوتا ہے۔ مگر اس میں انفراد یا صورت کوئی نہیں ہے۔ چوتھے اویکت مول پرکرتی یا پردھان۔ یہ چونکہ گنوں کی سامیہ اوستھا ہے۔ اس واسطے الِنگ ہے یعنی اس میں کوئی نشان یا پہچان نہیں ہے۔ یہاں تک سوکشم بشئے چلتے ہیں۔ اب تک سمادھی کی جو قسمیں بیان ہوئیں اُن سب میں ایک بات عام ہے۔ اور وہ یہ ہے:

سوتر ۴۶۔ یہ سب سمادھیاں بیج دار ہیں:

یہ سب سمادھیاں جو اوپر بیان ہوئیں سہارے کے ساتھ چلتی ہیں۔ کیونکہ ان میں ستھول یا سُوکشم کو بشئے بنایا جاتا ہے۔ اور اس کا گیان رہتا ہے۔ یہ گیان ہی بیج کی مانند ہے۔ سمادھی سے آدمی جب اُٹھتا ہے۔ تو یہی بیج سنسار کے درخت کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے۔ اِن میں بے بچار والی سمادھی سب سے اعلےٰ ہے۔ اس کا پھل بیان کرتے ہیں:

سوتر ۴۷۔ بے بچار والی سمادھی کے صاف ہونے پر قلب صافی ہوتا ہے: (جب تدھ ہرکر ہمنے لگا تاع)

صاف ہونے کے یہ معنے ہیں۔ کہ کثرت مزاولت سے اس میں کافی استعداد بہم پہنچائی جائے۔ جب یہ لیاقت بہم پہنچ جاتی ہے تو چت پرسن ہوتا ہے یعنی صفائے قلب نصیب ہوتی ہے۔ بگھن۔ خلل وکشیپ وغیرہ دور ہو جاتے ہیں۔

اور تسکین و اطمینان رونما ہوتا ہے۔ اس کو ادھیاتم پرساد کہتے ہیں۔ چت کا رجوگن اور تموگن دب کر زور نہیں دکھاتا۔ ستو اور ستو کا ہی انوبھو ہوتا ہے۔ اور ستو چونکہ آنند اور پرکاش روپ ہے۔ آدمی کا آنند اور پرکاش میں قیام ہوتا ہے۔ اور مندرجہ ذیل حالت بہم پہنچتی ہے +

سوتر ۴۸۔ یہاں عقل صداقت آگیں ہوتی ہے +

یعنی جو چیز جیسی ہوتی ہے کماحقہ ویسا ہی اس کا علم ہوتا ہے۔ مغالطے تخالف اور تضاد کا نشان نہیں رہتا۔ یہ وہ حالت ہے جسے الہامی حالت سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی اندر ہی اندر ہر بات کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ معمولی عقل سے اس کا مقابلہ کرتے ہیں +

سوتر ۴۹۔ سند و دلیل کا بشئے عام ہے اور اس کا خاص +

سند سے مراد وید ہے اور دلیل سے انومان۔ دونوں کی تعریفیں پہلے دی جا چکی ہیں۔ تیسرا ذریعہ علم تحقیقی پرتیکش ہے۔ لیکن ان ذریعے سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ علم عام ہے۔ کیونکہ سب کا دار و مدار حواسوں پر ہے۔ بے بچار والی حالت میں جو علم ہوتا ہے وہ خصوصیات کا کماحقہ علم ہے۔ اور زمان و مکان کی قیدوں سے معرا ہے یہ بھی ایک قسم کا پرتیکش علم ہے۔ مگر عام پرتیکش علم سے اس میں یہ فرق ہے۔ کہ حواس تعیمات یا جاتیوں کے ذریعے سے علم حاصل کرتے ہیں۔ اور اس میں چھوٹی سے چھوٹی چیز جیسی ہے کماحقہ ویسی ہی اور اپنی لطیف سے لطیف خصوصیتوں کے ساتھ منکشف ہوتی ہے۔ یہاں مغالطے کا احتمال نہیں ہے۔ یہ سچا علم ہوتا ہے اور وہ علم اول درجے کا اور علم کی سب قسموں سے افضل و اعلے ہے۔ ایسی عقل ہو جائے تو اس کا پھل یہ ہوتا ہے +

سوتر ۵۰۔ اس سے (سمادھی) پیدا شدہ سنسکار اور سنسکاروں کو روکتے ہیں +

سنسکار وہ اثرات ہیں جو گیان کے بعد باقی رہتے ہیں۔ اس سمادھی میں چونکہ گیان افضل واعلیٰ اور سب سے زبردست ہے۔ اس کے سنسکار بھی اور طرح کے گیان کے مقابلے میں افضل واعلیٰ اور زبردست ہونگے۔ سمادھی سے جب آدمی اُٹھیگا۔ تو بے شک اسے تینوں طرح کا تحقیقی علم بھی اور آدمیوں کی طرح ہوگا لیکن اس کے سنسکار بے بچار والی سمادھی کے علم کو دبا نہ سکیں گے۔ بلکہ چونکہ وہ زبردست ہیں۔ اُلٹا خود انہیں دبالیں گے۔ اور یوگی اپنے حال میں سرمست رہیگا۔ اسواسطے کوشش بلیغ سے یہ حالت بہم پہنچانی چاہیئے +

سوتر ۵۱۔ اس کے بھی رہ کنے پر سب کا نرودھ ہو جانے سے نربیج سمادھی حاصل ہوتی ہے +

اس کے یعنی سمپرگیات کے نرودھ یعنی روکنے پر ظاہر ہے کہ سب کا نرودھ بارکا وہو جائے گا۔ کیونکہ سمپرگیات کے چاروں درجوں میں ستھول اور سُوکشم کی برتیاں روکنی پڑتی ہیں۔ آخر میں خود سمپرگیات کو روکا گیا۔ تو خود بخود سب کا نرودھ ہوگیا۔ نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ایک ایک حالت کو لے کر اور یہ کہہ کہہ کر کہ "یہ بھی نہیں" "یہ بھی نہیں" انجام میں نربیج سمادھی کی حالت بہم پہنچے گی۔ جس میں عالم ومعلوم کا فرق اُٹھ جاتا ہے۔ معلوم چونکہ "یہ بھی نہیں" کے زمرے میں آئے گا۔ سب سے پرم بیراگ ہوگا۔ پرکرتی کے تمام تماشے ختم ہو جائیں گے۔ بھوگ کی واسنا ہی نہیں رہے گی۔ وہ بیج ہی نہیں رہے گا۔ جس سے سنسار کا درخت پیدا ہو۔ باقی جو رہے گا وہ شُدّھ شُدّھ۔ مکت پرش اپنے سروپ آنند میں ستھت رہے گا +

دوسرا باب - سادھن پاد

۱ - کریا یوگ

سوتر - ۱ - تپ - مطالعہ اور ایشور کی رضا پر راضی رہنا کریا یوگ ہے +

یوگ شاستر کے پہلے باب میں سمادھی کی ماہیت اور سمادھی لگانے کے طریقوں سے بحث ہے - سمادھی کی حالت بہم پہنچانی آسان نہیں مشکل کام ہے - اس واسطے پہلے بھی تیاری کی ضرورت ہے - تاکہ یوگ کے سالک کا چال چلن درست ہو اعمال وافعال اچھے ہوں - جو وہ کام کرے وہ بھی نیک ہوں - اور جب اسے یوگ میں کچھ دسترس حاصل ہو جائے اس وقت بھی انہیں کی ضرورت ہے - تاکہ جب سمادھی سے اُٹھے - تو دنیاوی ہوا و ہوس میں نہ پھنسے - بلکہ یوگ کے وہ سادھن ہمیشہ پیش نظر رہیں - جو چال چلن کے درست رکھنے والے ہیں اسی کو کریا یوگ کہتے ہیں +

سوتر تین باتوں پر زور دیتا ہے - جو نقش کالحجر کر لینی چاہئیں - تپ میں ہر قسم کی ریاضت داخل ہے - مطالعہ میں اوم کے ساتھ منتروں کا جپ - وید اور شاستر کا پڑھنا - اور اور ایسی کتابوں کا دیکھتے رہنا شامل ہے - جو خیالات کے سدھارنے والی اور من کا اُتساہ بڑھانے والی ہیں - ایشور کی رضا پر راضی رہنے کا ذکر پہلے باب میں آ چکا ہے - یہ وہ اصول ہے - جس سے آدمی کی زندگی نہایت ہی خوشی کے ساتھ بسر ہوا کرتی ہے - اس کریا یوگ سے جو فائدہ ہوتا ہے اُسے بھگوان

سوترکار اس طرح بیان کرتے ہیں +

سوتر ۲ - سمادھی کی بھاونا اور کلیشوں کے ہلکا کرنے کے واسطے (یوگ کو) اس کو کرنا چاہیئے +

سمادھی کی بھاونا کے یہ معنے ہیں کہ بار بار کی مشق سے سمادھی کا آنند آنے لگے - کلیشوں کا ذکر اگلے سوتر میں ہے - یہ سمادھی میں خلل ڈالنے والی چیزیں ہیں اس لیئے جتنے ہلکے اور بے طاقت ہو سکیں اتنا ہی اچھا ہے - سوتر کا مطلب یہ ہے کہ کریا یوگ آدمی کو درجۂ سمادھی پر چڑھانے میں بھی مددگار ثابت ہوتا ہے - اور اس سے سمادھی میں خلل ڈالنے والے اسباب یعنی کلیش بھی دور ہوتے ہیں - وہ کلیش کیا ہیں - لو سنو :-

۲ - کلیشوں کا بیان

سوتر ۳ - جہل - اسمتا - رغبت - نفرت اور محبت زندگی کلیش ہیں +

کلیش تکلیف پہنچانے والی چیزوں کو کہتے ہیں - چونکہ یہ سمادھی میں حارج ہوتے ہیں - اور ان سے تکلیف پہنچتی ہے - اس واسطے انہیں کلیش کا نام دیا جاتا ہے - ان کی تعریفیں اگلے سوتروں میں آتی ہیں - لیکن چونکہ جہل سب کی جڑ ہے - اس واسطے یہ بات پہلے بیان کرتے ہیں +

سوتر ۴ - جہل اوروں کی جڑ ہے - وہ خوابیدہ ہوں - ہلکے ہوں - دبے ہوئے ہوں یا پُرزور ہوں +

جہل کے معنے ہیں کچھ کا کچھ جانتا - یہ اوروں یعنی اسمتا - رغبت - نفرت اور محبت زندگی کی جڑ ہے - یعنی چاروں اسی جہل سے اس طرح پیدا ہوتے ہیں جس طرح

جڑ سے تنا۔ شاخیں اور برگ دوبارہ پیدا ہوا کرتے ہیں۔ جہل یا ابدیا دور ہو جائے۔ تو جس طرح جڑ کو گزند پہنچے سے شاخ وتنہ وغیرہ نہیں رہتا۔ اسی طرح اسمتا وغیرہ نہیں رہینگی ان کی چار حالتیں ہیں:۔

"خوابیدہ" وہ کلیش ہیں۔ کہ چت میں موجود تو ہیں۔ لیکن اسباب بہم نہ پہنچنے سے اپنا کام نہیں کر سکتے۔ یہ حالت "بچے" کی ہوتی ہے۔ اس کی طبیعت میں سب کلیش واسناؤں کی صورت میں موجود ہیں۔ لیکن چونکہ ان کے اظہار کے اسباب ہنوز موجود نہیں ہوئے۔ اس واسطے خوابیدہ حالت میں ہیں +

"ہلکے" وہ ہیں جو اپنی اضداد کی بھاونا سے طاقت نہیں پکڑنے پاتے۔ چت میں خفی صورت سے موجود رہتے ہیں۔ مثلاً دنیا کی ہوا و ہوس کا خیال جو رغبت پر مبنی ہے۔ ببراگ کی بھاونا سے ہلکا ہو جاتا ہے۔ لیکن اسباب کے موجود ہو جانے پر پھر یوگی کے چت میں عود کر آتا ہے +

"دبے ہوئے" وہ ہیں کہ زیادہ طاقتور کلیش انہیں سر ابھارنے نہیں دیتے ہاں جب یہ زیادہ طاقتور کلیش ہٹ جاتے ہیں تو وہ اپنا زور دکھاتے ہیں۔ مثلاً جس وقت چت پر رغبت کا غلبہ ہوتا ہے نفرت نہیں رہتی۔ اور جس وقت نفرت کا غلبہ ہوتا ہے رغبت نہیں رہتی۔ ظاہر کہ دونوں ایک ہی وقت میں موجود نہیں ہو سکتے لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے۔ کہ جس وقت ایک کا غلبہ ہے دوسرا نہیں رہا۔ وہ سوکشم صورت میں موجود رہتا ہے +

"پرزور" وہ ہیں جو معاون ومددگار اسباب پاکر اپنا زور دکھاتے ہیں پر دکھاتے ہیں۔ جیسے سمادھی سے اٹھنے کے وقت یوگی کا حال ہوتا ہے۔ یہ اٹھنا کیا ہے صرف انہیں کلیشوں کا زور اور کچھ نہیں۔ آدمی دھیان جمایا چاہے اور نہ جما سکے تو سمجھنا چاہئے کہ پرزور کلیش اپنا زور دکھا رہے ہیں +

کلیش چونکہ سادھی میں وگھن ڈالنے والی چیزیں ہیں۔ اس واسطے ان کی روک تھام نہایت ہی ضروری چیز ہے۔ زندگی کی محبت۔ نفرت۔ رغبت۔ اسمتا سب اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ کہ چیز کچھ ہے اور ہم سمجھے ہوئے کچھ اور ہیں۔ یعنی آتما شدھ گیان سروپ ہے۔ اور ہم جسم۔ اندریہ۔ من۔ بدھی وغیرہ کو آتما سمجھکر بھٹکتے پھرتے ہیں اور کلیشوں میں مبتلا ہیں۔ یہی جہل یا اودیا ہے۔ اسے گیان سے دور کیا جائے تو جس طرح جلے ہوئے بیج سے درخت کے پھر پیدا ہونے کا امکان نہیں رہتا۔ اسی طرح اودیا کے دور ہونے پر کلیش نہیں رہتے۔ اس واسطے آتما کا سچا گیان نہایت اہم چیز ہے۔ وہ کوشش بلیغ سے بہم پہنچانا چاہئے۔ اس واسطے جہل کا بیخ و بنیاد ہونا بتا کر اب ایک ایک کلیش کو لیتے ہیں۔ اور اس کی خصوصیت بیان کرتے ہیں +

سوتر ۵ ۔ ناپائدار۔ ناپاک۔ دکھ اور اناتم چیزوں کا پائدار۔ پاک۔ سکھ اور آتما جاننا جہل ہے +

جہل کی عام تعریف یہ ہے۔ کہ چیز کچھ ہے اور ہم نے جانا اسے کچھ اور۔ سوتر اس کی چار قسمیں بتاتا ہے +

ناپائدار چیزوں کو پائدار جاننا۔ مثلاً دنیا ناپائدار ہے۔ اس میں کام ایسے اٹھانا گویا ہمیں ہمیشہ یہاں رہنا ہے۔ جہل ہے +

ناپاک چیزوں کو پاک سمجھنا۔ مثلاً جسم ایک نہایت ہی ناپاک چیز ہے۔ اس گو کے ٹوکرے کو جو پاک سمجھے بیٹھے ہیں۔ اور اس کے کسی سے چھوئے جانے یا سایہ پڑنے سے گھبراتے ہیں کہ ناپاک نہ ہو جائے وہ جہل میں مبتلا ہیں +

دکھ کو سکھ سمجھنا جہل ہے۔ مگر بشیوں کا سکھ جو انجام میں نہایت ہی دکھ دینے والا ثابت ہوتا ہے۔ سکھ سمجھا جا رہا ہے۔ یہاں جہل سے آدمی دکھ کو سکھ

جان رہا ہے +

اناتم چیزیں کالبُد خاکی - پران - اندریہ - من - بدّھی ہیں - لیکن انہیں کو آتما سمجھتے ہیں - ایک کہتا ہے مَیں دُبلا یا موٹا ہوں - یہ جسم کو آتما کہہ رہا ہے - دوسرا کہتا ہے - میں کمزور یا طاقتور ہوں - یہ پران کو آتما سمجھ رہا ہے - تیسرا کہتا ہے میں اندھا بہرا یا لُولا لنگڑا ہوں - یہ اندریوں کو آتما بتاتا ہے - چوتھا کہتا ہے میں دانا یا دان ہوں - یہ من کو آتما سمجھتا ہے - پرکرتی نے جوگی بُدّھی کو آتما سمجھ کر آگے ترقی نہیں کر سکا کرتے - یہ سب جہل کی صورتیں ہیں - اور ابدّیا میں داخل ہیں +

ابدّیا کے معنے بدّیا کا نہ ہونا - یعنی نفئے علم نہیں ہیں - جو محض عدم یا نیستی ہے - بلکہ ابدّیا یا جہل نفس کی اور کیفیتوں کی طرح ایک مثبت کیفیت یا ہستی ہے - جس کی خصوصیت یہ ہے - کہ چیز کچھ اور ہے اور آدمی اُسے جانتا کچھ اور ہے - یہ نہ پران ہے نہ پرمان کا نہ ہونا ہے - بلکہ دونوں سے الگ چیز ہے - جہاں جہل نہیں ہے - پرمان بستے - اور اَور سب خلل انداز چیزیں اُڑ جاتی ہیں - اور آدمی سرد آتم بھاد سے یا پرم آنند کے بھاد سے اپنے سروپ کا انوبھو کرتا ہے - پس ابدّیا نہ پرمان ہے - نہ پرمان کی نفی ہے - بلکہ وہ مثبت چیز ہے - جس سے ذات احد - عالم علم و معلوم - تین جدا گانہ صورتوں میں نمودار ہوتی ہے +

جہل یا ابدّیا کی صورتیں اور ماہیت بتا کر بھگوان سوتر کار اب اور کلیشوں کا سروپ بیان کرتے ہیں +

سوتر ۶ - عالم اور قوت علم کو ایک جاننا اشمتا ہے +

عالم حقیقت میں صرف پرش ہے کیونکہ وہی گیان سروپ یا چیتن ہے - اس کا عکس انتہ کرن میں پڑتا ہے - جو پرکرتی کا کاریہ ہے - چونکہ اس میں یعنی انتہ کرن میں رج اور تم دبکر ستو پردھان ہے - اس واسطے مصفا ترین چیز ہے - اور اس عکس کو

قبول کر کے اور بشیوں کی صورت بن کر گیان پرتی کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اسے درشن شکتی یا قوت علم کہتے ہیں۔ بشیوں کے تمام علم کا دار و مدار اسی پر ہے۔ اسی سے وحدت میں کثرت نظر آرہی ہے۔ یہ نہ ہو تو آتما کا سروآنم اور آنند بھاد سے انوبھو ہو۔ انتہ کرن اور اس کی ہر ایک برتی حقیقت میں مادی یا جڑ چیزیں ہیں۔ لیکن چیتن کے عکس پڑنے سے ان میں چیتن کا بھرم یا مغالطہ ہو رہا ہے۔ جہاں برتی صرف بُدھی کی ہے۔ وہاں چونکہ فرویت نہیں ہے۔ یہ برتی صرف اسمتا یعنی "میں ہوں" کی صورت اختیار کرے گی۔ جیسے آدمی گہری نیند سے اُٹھکر محسوس کرتا ہے۔ کہ میں جڑ یا پتھر تو نہیں ہوں۔ جس طرح گہری نیند میں پڑا ہوا تھا بلکہ چیتن ہوں۔ ہاں خاص میں کیا ہوں اور میرے گردوپیش کیا خاص چیزیں ہیں ان کا گیان نہیں ہوتا۔ یہ حالت نفس اسمتا کہلاتی ہے۔ یہاں میں کا اطلاق بُدھی پر ہو رہا ہے۔ آتما پر نہیں۔ اس واسطے یہ اودیا کی ہی ایک صورت ہے۔ اسی لئے کلیش ہے۔ پرکرتی لَے یوگی یہیں ٹھہر جاتا ہے۔ آتما تک اس کی رسائی نہیں ہوتی۔ اسی لحاظ سے پہلے باب میں کہا گیا ہے۔ کہ پرکرتی لَے یوگیوں کو سنسار ہوتا ہے۔ اس کلیش کو دور کر کے اپنا سروپ شدھ گیان پہچانتا یوگ کی اعلےٰ معراج ہے +

سوتر ۷۔ رغبت سُکھ کے پیچھے پیچھے آنے والی چیز ہے +

آدمی سکھ محسوس کرتا ہے تو سکھ کی اور ان سادھنوں کی جن سے سُکھ پیدا ہوا ہے یاد آتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طبیعت چاہتی ہے وہی سُکھ پھر نصیب ہو۔ یہ سُکھ کی طرف بعد کی کشش رغبت کہلاتی ہے +

سوتر ۸۔ نفرت دکھ کے پیچھے پیچھے آنے والی چیز ہے +

آدمی دُکھ محسوس کرتا ہے۔ تو دُکھ کی اور ان سادھنوں کی جن سے دُکھ

پیدا ہوا ہے یا دآتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ طبیعت چاہتی وہ دکھ پھر نصیب نہ ہو یہ دُکھ سے بچے رہنے کی خواہش نفرت کہلاتی ہے +

سوتر ۹۔ اپنی طاقت سے چلنے والا اور داناؤں کو بھی ہونیوالا تعلق۔ محبت زندگی ہے +

اپنی طاقت سے چلنے والا یعنی جو روکے نہ رُکے یا نہایت ہی زبردست اور اسی واسطے داناؤں سے بھی نہ رُکنے والا جسم کا تعلق ہے جو محبت زندگی کہلاتا ہے آدمی کے جنم بے شمار ہو چکے ہیں۔ اور ہر ایک جنم میں اس نے مرنے کی تکلیف اُٹھائی ہے۔ اس واسطے یہ سخت تعلق اس کے ذہن میں بیٹھ گیا ہے۔ کہ جسم سے میری جدائی تکلیف کا باعث ہے۔ ہرگز نہ ہو۔ کبھی نہ ہو۔ اسی خوف مرگ کے باعث محبت زندگی کے تعلق کو ابھی نویش کہتے ہیں۔ یہ حقیر سے حقیر کیڑے سے لگا کر دیوتاؤں تک کیا برہما تک یکساں ہے۔ کسی کو اس سے نجات نہیں ہے +

یہ پانچوں کلیش یوگ میں سخت حارج ہوتے ہیں۔ اس واسطے یوگیوں کو ان کا بہت خیال رہتا ہے۔ ان کے اور بھی نام اور خصوصیتیں ہیں جو ذیں ناظرین کی آگاہی کے واسطے لکھتا ہوں +

۱۔ ابدیا کو تمس بھی کہتے ہیں۔ یہ اناتم چیزوں یعنی تتوماتراؤں۔ اہنکار مہت اور اویکت کو آتما مانتا ہے +

۲۔ اِسمتا کو موہ کا نام دیتے ہیں۔ یہ یوگی کا اُن صورتوں کو اپنا آتما ماننا ہے جو خاص سدھیوں اور شکتیوں مثلاً اینما۔ مہما وغیرہ سے وہ دھارن کیا کرتا ہے +

۳۔ رغبت یا راگ کو مہاموہ کہتے ہیں۔ یہ یوگی کا اُن سوکھشم سکھوں میں محو ہونا ہے۔ جو سدھی حاصل کر کے اونچے طبقوں میں اُسے محسوس

ہوا کرتے ہیں +

۴ - نفرت یا دویش کو تامسر کہتے ہیں - یہ اس وقت پیدا ہوتی ہے - کہ یوگی سب چیزوں پر ایشرتا یا قدرت حاصل کیا چاہتا ہے - اور موانع یا رُکاوٹیں ہیں کہ نہیں حاصل ہونے دیتیں +

۵ - ابھی نویش کو اندھ تامسر کہتے ہیں - یہ اس بات کا خوف ہوتا ہے - کہ جو سدھیاں حاصل ہو گئی ہیں - ایسا نہ ہو کہیں جاتی رہیں - اور میں کورے کا کورا رہ جاؤں +

ان سے ظاہر ہے - کہ یوگ کے اونچے درجوں پر پہنچکر بھی کلیش دق کرتے رہتے ہیں - اس واسطے ان کے دور کرنے کے طریقے جاننے ازبس ضروری ہیں - اب وہ بیان کئے جاتے ہیں +

۳ - کلیشوں کے دور کرنیکا طریق

سوتر ۱۰ - سوکشم کلیش طریق مخالف سے دور ہوتے ہیں +

کلیش دو طرح کے ہیں - ایک سوکشم یا لطیف - دوسرے ستھول یا کثیف۔ سوکشم وہ ہیں جو واسنا کی صورت ہیں یا سنسکار روپ ہیں - اور ابھی ظہور میں نہیں آئے مخفی شکل میں ہیں - ستھول وہ ہیں جو کیفیات نفس یعنی برتیوں کی صورت میں اظہار پا گئے یا ظاہر ہو گئے ہیں - سوکشم کلیشوں کے دور کرنے کا طریق یہ ہے - کہ جس ترتیب سے وہ پیدا ہوئے ہیں اس کی مخالف ترتیب پر عمل کر کے انہیں خاطر سے نکالا جائے - پرکرتی جو مہت - اہنکار - من - اندریہ - مہا بھوتوں کی صورتیں اختیار کرتی ہے یہ انولوم پرنیام کہلاتا ہے - اس پرنیام میں علت سے معلول نکلتے چلے آتے ہیں - اس کے مخالف پرنیام کا نام پرتی لوم

پرنیلام کہلاتا ہے۔ جس میں معلول یا نتیجے کو اس کی علت میں داخل کیا جاتا ہے۔ مثلاً اس سوچنے کا ابھیاس کرنا کہ مہا بھوت اندریہ۔ اور من کوئی چیز نہیں ہے۔ صرف اہنکار کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ اہنکار بدھی کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ بدھی پرکرتی کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ اس طرح ایک پرکرتی باقی رہ گئی۔ یہ جڑ ہے۔ اور سب تبدیلی اس میں ہے۔ میں گیان سروپ پرش یا آتما ہوں۔ اور پرکرتی کے تماشوں سے لپایمان نہیں ہوں۔ اس طرح چت کا ناش ہو جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی کلیش بھی جو واسنا روپ میں دور ہو جاتے ہیں۔ اب ستھول کلیشوں کو لیجئے جو کیفیات نفس کی صورت میں اظہار پاتے ہیں ۔

سوتر ۱۱۔ کلیشوں کی برتیاں دھیان سے دور کرنی چاہئیں ۔

جن کلیشوں نے اپنا عمل شروع کر دیا ہے۔ اور سکھ دکھ موہ وغیرہ کیفیات نفس کی صورت میں نمایاں ہو گئے ہیں۔ ان کے دور کرنے کا طریق یہ ہے۔ کہ دھیان میں چت کو مشغول کرو۔ چت کو کوشش سے ایکاگر یا یکسو کرو۔ اس دھیان اور یکسوئی حاصل کرنے کے طریقے پہلے باب میں تفصیل کے ساتھ دیئے گئے ہیں اور دوسرے باب کے شروع میں بھی بتائے گئے ہیں۔ کلیشوں کے دور کرنے کے طریقے بتا کر بھگوان سوتر کار کلیشوں کے نتائج یعنی کرم یا اعمال کی بحث شروع کرتے ہیں ۔

۴۔ کرم کی بحث

سوتر ۱۲۔ کرم واسنا کی جڑ کلیش ہیں اور یہ کرم اس جنم میں یا اگلے جنم میں بھوگے جاتے ہیں ۔

جس لفظ کا ترجمہ واسنا کیا گیا ہے۔ وہ "کرم آشے" ہے۔ آشے کے معنے مکان یا حوض کے ہیں۔ کرم آشے یعنی خزانۂ اعمال کرم واسنا ہی ہے۔ اور کچھ نہیں۔ واسنا میں

کرم سنسکار روپ سے رہتے ہیں اور اسباب موجود ہونے پر بھوگے جاتے ہیں۔ اس بات سے بحث نہیں۔ کہ اس جنم میں یہ بھوگ نصیب ہو یا اگلے جنموں میں۔ ان تمام کرموں کی جڑ کلیش ہیں۔ جس طرح پرش انادی ہے۔ اسی طرح اس کے کرم انادی ہیں۔ کرموں کا تمام مجموعہ سنچت کہلاتا ہے۔ ناممکن ہے۔ کہ بھوگ سے ایک جنم میں ختم ہو جائے اس لئے اس مجموعے میں سے کچھ کرم جو اوروں سے زیادہ طاقت اور پختگی کی حالت کو پہنچ گئے ہیں۔ اپنا پھل دینے کی غرض سے آدمی کا جنم شروع کرتے ہیں۔ ان کرموں کو "پراربدھ" یعنی شروع شدہ کرم کہتے ہیں۔ اسی کو بگاڑ کر پرالبدھ کہتے ہیں۔ جو تقدیر اور قسمت کے نام سے بھی پکاری جاتی ہے۔ جو جنم یہ کرم دیتا ہے۔ وہ "آگمی" کرم کہلاتے ہیں یعنی آنے والے کرم۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ یہ آگمی کرم سنچت کے خزانے میں جمع ہونگے۔ اور اس طرح کرم واسنا کا لامتناہی سلسلہ پیدا ہوگا جس کی جڑ رغبت و نفرت وغیرہ کلیش ہیں۔ چونکہ جڑ موجود ہے۔ سنسار کا درخت سدا ہرا بھرا رہتا ہے۔ اسی بات کو کہتے ہیں +

سوتر ۱۳۔ جڑ موجود ہونے کی وجہ سے کرموں کا بار آور ہونا جاتی۔ عمر اور بھوگ میں ظہور پذیر ہوتا ہے +

جڑ یعنی کلیش ہمیشہ چونکہ موجود ہیں۔ اس واسطے کرم کا درخت بار آور ہوتا ہے پر ہوتا ہے۔ اور اس کا ظہور اس طرح ہوتا ہے۔ کہ کرم کرنے والے کو جنم ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں انہیں کرموں کے مطابق جاتی ملتی ہے۔ جس کے معنے جون بھی ہیں۔ مثلاً دیوتا کی جون۔ جانور کی جون اور جاتی کے معنے ذات کے بھی ہیں۔ مثلاً براہمن۔ چھتری وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی جن حالات زندگی میں پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً غریب۔ امیر۔ بیمار۔ تندرست۔ دانا۔ نادان وغیرہ وغیرہ۔ ان حالات کی جڑ میں اس کے پہلے کرم ہیں۔ اسی طرح یہ کرم ہی عمر بھی

تشخیص کرتے ہیں کہ فلاں اتنے سال جیئے گا اور فلاں اتنے سال - ہم نے اپنی زندگی اور اپنی موت خود بنائی ہے - کسی دوسرے کا اس میں دخل نہیں ہے -
اسی طرح مدت العمر میں جو بھوگ یعنی سکھ دُکھ ہمیں نصیب ہوتے ہیں - وہ ہمارے پہلے کرموں کا باعث ہیں - کیا وجہ ہے کہ ایک گھر میں بچّہ پیدا ہوتا ہے - اور پیدا ہونے سے لگا کر مرتے دم تک اس کی زندگی سخت مصیبت میں گذرتی ہے -
دوسرے گھر میں بچّہ پیدا ہوتا ہے - اس کے واسطے تمام اسباب آرام مہیّا ہیں اس کی جڑ میں پہلے کرم ہیں - کارخانۂ قدرت میں کوئی امر اتفاقیہ نہیں ہے -
یہاں قوانین کام کر رہے ہیں - اور انہیں میں سے ایک کرم کا قانون ہے - سکھ اور دُکھ پہلے پن اور پاپ کے نتائج ہیں - بھگوان سوترکار کہتے ہیں :-

سوتر ۱۴ - ان میں سُکھ دُکھ پھل ہوتا ہے اور اس کا باعث پُن اور پاپ ہیں *

اِن میں یعنی جاتی - عمر اور بھوگ میں جن کا ذکر اوپر کے سوتر میں ہو چکا ہے آدمی کو پھل کے طور پر سکھ اور دُکھ نصیب ہوتا ہے - اور اس سکھ کا باعث اُس کے پہلے نیک اعمال ہیں - یعنی پُن - اور دُکھ کا باعث پہلے بُرے کام ہیں - یعنی پاپ *

سوتر ۱۵ - نتائج - فکر اور اثرات کی وجہ سے اور گُنوں کی حالتوں کے تخالف کی وجہ سے داناؤں کی نظر میں سب محض دکھ ہی دُکھ ہے *

داناؤں سے وہ لوگ مراد ہیں - جنہوں نے یوگ میں کچھ ترقی کر لی ہے اور بے ثبات کو باقی دوامی چیز سے تمیز کر سکتے ہیں - ان کی نظر میں ہر ایک مادّی چیز خواہ لطیف ہو یا کثیف دُکھ سے بھری ہوئی ہی نہیں بلکہ خود دُکھ روپ ہے

وجہ ظاہر ہے۔ آنکھ میں بال چُبھ جائے تو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ جسم کے اور حصّوں پر بال کا چُبھنا محسوس تک نہیں ہوتا۔ باعث یہ ہے۔ آنکھ نازک چیز ہے۔ جسم کے تمام حصّوں کا یہ حال نہیں ہے۔ اسی طرح داناؤں کی چشم بصیرت کُھلی ہوئی ہے۔ اور وہ بخوبی سمجھتے ہیں کہ مادّی چیزیں دلبستگی کے لایق نہیں ہیں۔ اس کی چار وجوہات ہیں:۔

۱۔ نتائج۔ کسی اچھّی یا بُری چیز کا احساس ہوتا ہے۔ تو اچھّی ہے تو اور کی ہوس بڑھتی ہے۔ اور بُری ہے تو اس کے دفع کرنے کے اسباب ڈھونڈنے پڑتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں ہر بار کامیابی ناممکن ہے۔ اس سے مایوسی اور مصیبت پیدا ہوتی ہے +

۲۔ فکر۔ اچھّی چیزوں کو بہم پہنچانا۔ حفاظت سے رکھنا۔ اوروں کو لینے دینا بھی مصیبت میں داخل ہیں۔ اور بُری چیزوں سے بچنا بھی۔ کیونکہ دونوں بے صبری اور بے اطمینانی کے پیدا کرنے والے ہیں۔ اسی کو فکر کہتے ہیں +

۳۔ اثرات۔ یہ سنسکار ہیں۔ جو راحت و تکلیف کا ہر ایک احساس اپنے پیچھے چھوڑتے ہیں۔ وقت پاکر یہ اپنا زور دکھائے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور کامیابی ہو یا ناکامی دونوں صورتوں میں وہی مصیبت ہے +

۴۔ گنوں کا تخالف۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہر ایک چیز میں پرکرتی کے تین گن یعنی ستو رج اور تم موجود ہیں۔ ستو آنند روپ ہے۔ رج میں چنچلتا ہے۔ تم میں دکھ ہے۔ کوئی چیز ایک حالت پر کبھی قایم نہیں رہ سکتی ایسی چیزوں میں کیا دلبستگی کرنی +

ان چاروں وجوہات سے ظاہر ہے۔ کہ مادّی چیزیں فقط دکھ ہی دکھ کا باعث

ہیں۔ دانا دکھ دینے والی چیزوں میں نہیں پھنسا کرتے۔ دکھ ہمیشہ چھوڑنے کے لایق چیز ہے اس واسطے کہتے ہیں +

سوتر ۱۶۔ مستقبل دُکھ چھوڑنے کے لایق ہے +

مستقبل اس واسطے کہا کہ جو دکھ بھوگ لیا گیا۔ اس کا تو اب ذکر ہی کیا ہے۔ جو دکھ موجودہ لمحے میں بھوگا جا رہا ہے وہ اب ختم ہوئے کا ہوا ہے۔ اس کا بھی فکر کرنا روا نہیں۔ ہاں آگے آنے والا جو دُکھ ہے اس کا فکر لازم ہے ابھی سے روک تھام کی گئی۔ تو تکلیف نہیں دے گا۔ ورنہ تکلیف کا باعث ہوگا۔ پس اس کا باعث اصلی دریافت کرنا چاہیئے۔ اور علاج وہاں سے شروع ہونا چاہیئے۔ وہ اصلی باعث کیا ہے۔ اس کا جواب دیتے ہیں +

سوتر ۱۷۔ درشٹا اور درشیہ یعنی ناظر و منظور کا تعلّق دکھ کا باعث ہے +

ناظر یعنی چیتن گیان سروپ پرش ہے۔ منظور پرکرتی اور اس کے تمام معلولات یا کاریہ ہیں۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے تمیز نہ کر کے بھوگتا اور بھوگ کا جو تعلّق ہے وہی دکھ کا اصلی باعث ہے۔ پرش ابدیا کے باعث اپنے سروپ آنند سے غافل ہے۔ اور بھوگوں کے مزے لینے میں محو ہو رہا ہے یہ بھوگ انجام میں دُکھ دینے والے ہیں۔ اس واسطے چھوڑنے کے لایق ہیں۔ پس دُکھ سے چھوٹنا ہے۔ تو پرش کی پرکرتی سے تمیز کرنی چاہیئے۔ اس سے ناظر و منظور کا باہمی تعلّق جو دکھ کا باعث ہے صاف عیاں ہوگا۔ یہاں سے پرکرتی اور پرش کی بحث شروع ہوتی ہے +

۵۔ پرکرتی اور پرش

سوتر ۱۸۔ منظور وہ ہے۔ جس کے خواص علم و عمل و قیام

ہیں۔جس کی صورتیں مہا بھوت اور اندریاں ہیں۔اور جس کی
غرض بھوگ۔ اور موکش ہے +

اس سے پہلے سوتر میں منظور و ناظر یعنی پرکرتی اور پرش کا ذکر آیا ہے۔
اس سوتر میں پرکرتی کی ماہیت بتائی گئی ہے۔یہ تین گن والی ہے۔ستو رج
اور تم ان گنوں کے نام ہیں۔ستو کا خاصہ ہے علم۔رج کا عمل یا کریا۔اور تم
کا صورتوں میں قیام۔یہ تو پرکرتی کے گن ہوئے۔ان گنوں کی وجہ سے وہ جو
صورتیں اختیار کرتی ہے۔وہ یا تو مہا بھوت ہیں۔یا اندریاں۔یاد رہے۔کہ
اندریوں میں کرم اندریاں اور گیان اندریاں تو بیرونی اندریاں کہلاتی ہیں۔اور
من اہنکار بدّھی اندرونی اندریہ یعنی انتھہ کرن۔اب رہ گئی یہ بات کہ پرکرتی یہ صورتیں
کیوں اختیار کرتی ہے۔اس کا جواب یہ ہے۔کہ یہ صورتیں دو مطلبوں سے
اختیار کرتی ہے۔ایک تو یہ کہ پرش کے واسطے جب تک وہ اگیان کی حالت میں
ہے بھوگ مہیّا کرے۔دوسرے انہیں بھوگوں کو بھوگتے بھوگتے وہ سیر
ہو جائے اور اُسے یہ خیال آئے کہ یہ بھوگ پائدار نہیں ہیں۔مجھے اپنے سروپ
آنند کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔جو پائدار ہے اور ہر قسم کے زوال سے مبرّا ہے
یہ موکش پد حاصل کرنے کا پہلا قدم ہے۔اس طرح پرکرتی کی ماہیت بتا کر اس کی
چار حالتیں بیان کرتے ہیں +

سوتر ۱۹۔گنوں کی چار حالتیں ہیں۔صاف لنگ یا نشان
والی حالت۔غیر صاف لنگ والی۔فقط لنگ۔اور الِنگ
یا بے لنگ +

یہ چاروں حالتیں ہم پہلے باب کے سوتر ۴۵ میں واضح کر آئے ہیں۔
تشریح وہیں دیکھو۔چونکہ منظور کا ترک مقصود ہے۔اس واسطے اول اس کا بیا

دیا گیا۔ اب ناظر کا سروپ بتاتے ہیں +

سوتر ۲۰۔ ناظر محض گیان سروپ ہے۔ اور گو شُدّھ ہے مگر بُدّھی کے ذریعے سے دیکھتا ہے +

ناظر یا درشٹا محض گیان یا چیتنتا ہے۔ یعنی گیان یا چیتنتا اس کا وصف نہیں ہے۔ بلکہ اس کی ماہیّت یا نیچر ہے۔ گو وہ سروپ سے شُدّھ ہے یعنی بشئے گیان کا لیش بھی اس میں نہیں ہے۔ لیکن بُدّھی جو جو برتّیاں یا شکلیں اختیار کرتی ہے۔ چونکہ انہیں پرکاش کرتا ہے۔ اس واسطے گویا بشیوں کو بُدّھی کے ذریعے سے دیکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ تبدیلی صورت جب ہوتی ہے۔ بُدّھی میں ہوتی ہے۔ چیتن صرف پرکاشک ہے۔ جیسی بُدّھی نے صورت اختیار کی۔ پُرش نے اُسے پُرنور کر دیا۔ آپ ویسے کا ویسا ہی شُدّھ ہے۔ اسے صرف انوبھو ہوتا ہے۔ اور کچھ نہیں۔ گویا پُرش بھوگ بھوگتا ہے کرتا کراتا کچھ نہیں ہے۔ اسی واسطے سانکھیہ میں پرش کو کرتا نہیں مانا۔ صرف بھوگتا مانا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں +

سوتر ۲۱۔ اُسی کے واسطے منظور کا وجود ہے +

منظور کا سروپ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ پرکرتی اپنے لئے صورتیں نہیں بدلتی۔ کیونکہ جڑ ہے اور ان مختلف صورتوں کے بدلنے سے خود اس کا کوئی مطلب پورا نہیں ہوتا۔ یہ تبدیلئے صورت محض پرش کے بھوگ مہیا کرنے کیواسطے ہے۔ یہاں یہ سوال اُٹھتا ہے۔ کہ پرش جب بھوگوں سے سیر ہو جائے گا اور سروپ آنند کی طرف متوجہ ہوگا۔ تو پرکرتی کو تبدیلئے صورت کی ضرورت نہیں رہیگی۔ اور صورتیں بدلتی نہیں رہیں۔ تو کائنات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس کا جواب دیتے ہیں +

سوتر ۲۲۔ کرتارتھ کے لئے ناس ہونے پر بھی اس کا ناس نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کے علاوہ اوروں کے لئے عام ہے +

کرتارتھ وہ پرش ہے جو بھوگ بھوگ چکا اور اب موکش پد یعنی سروپ آنند میں ستھت ہے۔ اس کے لئے پرکرتی اپنے تماشے دکھا چکی اور اب شانت ہوگئی ہے۔ لیکن پرش لاتعداد ہیں اور اُن کے واسطے اس کے تماشے برابر جاری رہتے ہیں۔ چونکہ یہ سب کے واسطے سادھارن یا عام ہے۔ اس واسطے اس کا ناش نہیں ہوتا۔ اسی سے یہ بات بھی کہی۔ کہ ایک کی مُکتی سے سب کی موکش کا اعتراض عاید نہیں ہوتا۔ یہ ناظر و منظور کی کیفیت بیان ہوئی۔ اب انکے باہمی تعلق کو لیتے ہیں +

سوتر ۲۳۔ اپنی اور اپنے سوامی کی طاقت کی پہچان کے واسطے یہ تعلق ہے +

پرکرتی کی طاقت پرکرتی کا سبھاو ہے۔ پرش کی طاقت، خود اس کی ذات یعنی گیان ہے۔ پرکرتی کی طاقت جانی جاتی ہے۔ پرش جاننے والا ہے۔ پس دونوں میں بھوگ اور بھوگتا کا تعلق ہے۔ دونوں نتیہ۔ ویاپک اور انادی ہیں۔ اس بھوگ بھوگتا سمبندھ کے علاوہ اور ان میں کوئی تعلق نہیں ہو سکتا اور یہ تعلق انادی یعنی بے ابتدا ہے۔ اس تعلق کے باعث سے پرش بھوگ بھوگتا ہے اور جب سیر ہو جاتا ہے تو بھوگوں کی طرف سے نظر اُٹھا کر اپنے سروپ آنند میں مگن ہو جاتا ہے۔ اب اگر پوچھو کہ اس تعلق کا باعث کیا ہے تو کہتے ہیں +

سوتر ۲۴۔ اس کا باعث جہل یا اودیا ہے +

اس کا یعنی اس تعلق کا باعث صرف اودیا ہے۔ اور کچھ نہیں۔ اودیا کی تعر

دی جا چکی ہے۔ یعنی چیز کچھ اَور ہے اور اُسے جاننا کچھ اَور۔ پرش اکرتا اور گیان
سروپ ہے۔ لیکن اس اودّیا کے باعث سے مان یہ رہا ہے۔ کہ میں کرتا ہوں
اور اعمال کا ثمرہ مجھے ملتا ہے ٭

سوتر ۲۵۔ ابدّیا کے نہ رہنے پر تعلّق بھی نہیں رہتا۔ اور یہی
ناظر کی کیولیہ ہے ٭

ناظر و منظور کے تعلّق کا باعث ابدّیا ہے۔ جب یہ نہ رہی تو ظاہر ہے۔ کہ
تعلّق بھی نہ رہا۔ یہی تعلّق کا نہ رہنا کیولیہ یعنی موکش پد یا گیان اور سروپ آنند میں
ناظر کی ستھتی یا قیام کہلاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تعلّق کا قطع ہونا اس طرح کا نہیں
ہے۔ جس طرح دو کثیف یا ستھول چیزیں رسّی سے بندھی ہوں اور رسّی ٹوٹ جائے
تو وہ علیحدہ علیحدہ ہو جائیں بلکہ پرش کو گیان ہونے کے ساتھ ہی ابدّیا کے باعث
سے پرکرتی سے جو بھی سمبندھ تھا وہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اور یہ منقطع ہونا ہی
پرش کی کیولیہ یا موکش پد میں ستھتی ہے ٭۔ یہ تعلّق کی ماہیت۔ اس کا باعث۔

٭ یہ اُس صورت میں بالکل حق بجانب ہے۔ جہاں ناظر گیان سروپ ہے اور منظور محض وہمی چیز ہے۔ مثلاً رسّی پڑی
ہے اور اندھیرے میں وہ سانپ نظر آتی ہے۔ حالانکہ رسّی نہ کبھی سانپ تھی نہ اب ہے نہ آیندہ ہوگی۔ اس وقت سانپ
ناظر کا منظور ہے اور دونوں میں عالم و معلوم کا تعلّق ہے رسّی کے گیان ہونے پر سانپ کے متعلق جو ابدّیا تھی وہ دور ہو جائیگی
اور عالم و معلوم کا تعلّق نہیں رہیگا۔ کیونکہ معلوم یا منظور رہا ہی نہیں لیکن سانکھیہ اور یوگ میں پرکرتی کوئی وہمی چیز نہیں ہے
بلکہ قایم بالذات مانی گئی ہے جس کا وجود پرش کے گیان کا تابع نہیں ہے۔ اس واسطے وہ ہمیشہ رہتی ہے اور صورتیں بدلتی
رہتی ہے۔ پرکرتی کے رہتے کیولیہ یعنی ذات مطلق میں ستھتی کیسی۔ لازماً یا تو پرکرتی کو وہمیہ ماننا پڑتا ہے یا کیولیہ کہلانیوالی کیولیہ
نہ۔ جیسے ویدانت میں بندھ اور موکش دونوں کا خیال وہمیہ ہے۔ جو حقیقت ہے وہ بندھ اور موکش دونوں کے خیال سے
علیحدہ چیز ہے۔ دوسرا بڑا بھاری اعتراض اس کیولیہ ستھتی پر یہ ہے کہ ایک پرش کیولیہ پد کو پہنچا اور پھر دوسرا پہنچا۔ دونوں
شدھ گیان سروپ ہیں۔ ان میں فرق ڈالنے والی اور ایک کو دوسرے سے تمیز کرنیوالی چیز کونسی ہے۔ شدھ گیان میں حصّے بخرے
نہیں ہوا کرتے۔ بندھ کی حالت میں مان لیا۔ ابدّیا تمیز کرانیوالی چیز تھی۔ موکش کی صورت میں ابدّیا کی دوسری بہن کا نام نہ
سانکھیہ بتاتا ہے نہ یوگ۔ یہ دقیق سوال ویدانت نے ہی سلجھائے ہیں اور کسی شاستر کی یہاں رسائی
نہیں ہے ٭ مہر

اوراس کا کاریہ یعنی نتیجہ بیان ہوا۔ اب ترک تعلق کی تجویز بتاتے ہیں +

سوتر ۲۶۔ پیہم تمیز ترک تعلق کی اُپائے یا تجویز ہے +

تمیز کی ماہیت اوپر کے سوتر میں بتائی جاچکی ہے۔ یعنی پرش کا یہ پہچان لینا تمیز کہلاتی ہے۔ کہ بدلتی ہوئی صورتیں پرکرتی کی ہیں۔ مجھ میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ یہ سوتر بتاتا ہے کہ تمیز اچھی اُسی وقت ہے جب پیہم اور مسلسل ہو۔ یہ نہ ہو کہ ابھی چمکارہ ہوا اور ابھی جاتا رہا۔ اس تمیز کے ہونے پر پرش کو جو انوبھو ہوگا۔ وہ اگلا سوتر بتاتا ہے +

سوتر ۲۷۔ مکت پرش کا اشراق درجہ آخر میں سات طرح کا ہوتا ہے +

اشراق یوگ کا انتہائی درجہ ہے۔ مکت پرش کا یہاں جو انوبھو ہوتا ہے وہ سات قسم کا ہے۔ ان ساتوں قسموں کو دو مجموعوں میں منقسم کیا جاتا ہے پہلی چار معلوم کے متعلق ہیں۔ اور انہیں کاریہ مکتی یعنی نجات از منظور و معلوم کہتے ہیں۔ وہ یہ ہیں +

۱۔ میں نے تمام معلوم کا علم حاصل کرلیا۔ اور اب جاننے کے لایق کوئی چیز نہیں رہی +

۲۔ میں نے تمام کلیشوں سے نجات پائی۔ اور اب کوئی تکلیف دہ چیز نہیں رہی +

۳۔ مجھے کیولیہ پد مل گیا۔ اور اب تحصیل کرنا کچھ باقی نہیں رہا +

۴۔ مجھے تمیز کا اشراق ہوگیا۔ اور اب کوئی فرض ادا کرنا نہیں رہا +

باقی کی تین قسمیں عالم کے متعلق ہیں۔ اور انہیں چت مکتی یا نجات از قلب کہتے ہیں۔ وہ یہ ہیں :-

۵ - میری بدّھی کرت کرتیہ ہوگئی یعنی مجھے کچھ کرنا نہ رہا - اور اب شانت ہوں +

۶ - گن اپنے کارن میں لین ہو گئے - اور اب ان کا پھر عود کرنا ناممکن ہے +

۷ - چونکہ گن نہیں رہے - میری سمادھی سپھل ہوئی اور میں سروپ آنند میں قایم و ثابت ہوں +

یہ سات درجے ہیں - مختلف مفسر کچھ لفظی ہیر پھیر کے ساتھ انہیں ہی بیان کرتے ہیں - یہ مندرجہ ذیل ذات واسناؤں یا خواہشوں پر مبنی ہیں - اور آدمی میں یہی سات خواہشیں ہوا بھی کرتی ہیں - (۱) - خواہش علم - (۲) - خواہش آزادی - (۳) - خواہش خوشی - (۴) - خواہش آدائیگی فرض - (۵) - رنج - (۶) - خوف - (۷) - شک +

پرش اور پرکرتی کی تمیز جس سے ان کا وہمیہ تعلّق اُٹھ جاتا ہے - اور ابدّیا دور ہو کر آدمی کی کیولیہ پد میں ستھتی ہوتی ہے - بیان ہو چکی - اب اس کے سادھن بیان کئے جاتے ہیں - یعنی وہ اسباب جن سے یہ پیدا ہوا کرتی ہے +

۶ - یوگ کے آٹھ انگ

سوتر ۲۸ - یوگ کے انگوں کے ابھیاس سے تمیز کے درجے تک کثافت قلب کے دور ہونے پر اشراق ہوتا ہے +

یوگ کے انگ اگلے سوتر میں مرقوم ہیں - ان کا ابھیاس اُس درجے تک کرنا لازم ہے - کہ آدمی کو پرکرتی پرش کی تمیز ہو جائے - اس سے کلیش دور ہونگے - اور پرکاش کا حجاب اُٹھ جائے گا - حجاب ہی چیت کا مل یا کثافت کہلاتی

ہے۔ کثافت نہیں رہی تو آتما کا روپ بے حجاب چمکیگا۔ اسی کو اشراق کہتے ہیں۔ یہ یوگ کے انگوں کے ابھیاس کا پھل ہے۔ اب اُن انگوں کی تفصیل دیتے ہیں +

سوتر ۲۹ - یم - نیم - آسن - پرانایام - پرتیاہار - دھارنا - دھیان سمادھی آٹھ انگ کہلاتے ہیں +

ان کی تعریفیں اگلے سوتروں میں بالترتیب آئیں گی۔ اس واسطے یہاں نہیں لکھی جاتیں۔ اتنی بات جان لینی چاہیئے۔ کہ بعض بذات خاص سمادھی کی حالت بہم پہنچانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً دھارنا اور دھیان۔ بعض چونکہ سمادھی میں خلل انداز چیزوں کی ضد ہیں۔ اس واسطے سمادھی کے مددگار ہیں۔ مثلاً یم نیم وغیرہ۔ بعض ایسے ہیں۔ کہ اپنے سے اگلے انگوں کے مددگار ہیں۔ مثلاً آسن جب قایم ہو جاتا ہے۔ تو پرانایام میں مدد دیتا ہے۔ اب ایک ایک انگ کا بیان شروع کرتے ہیں +

یم نیم اور ان کے پھلوں کا بیان

سوتر ۳۰ - اہنسا - ستیہ - چوری نہ کرنا - برہم چریہ اور اپرگرہ یم ہیں +

اہنسا کے معنے ہیں۔ من کرم بانی سے کسی کو آزار نہ پہنچانا۔ ستیہ کے یہ معنے ہیں۔ کہ جو بات جیسی ہے ویسا ہی اس کا اظہار کرنا۔ چوری نہ کرنے کے یہ معنے ہیں کہ کسی کی کوئی چیز نہ لینا۔ صرف اپنی ملکیت کی چیز کے استعمال پر اپنا استحقاق سمجھنا۔ برہم چریہ بیریہ کی رکشا کا نام ہے۔ اس سے زور اور بل پیدا ہوتا ہے۔ اپرگرہ کے معنے ہیں اسباب دنیا میں دل نہ پھنسانا۔

اور اس کا فراہم نہ کرنا ۞

یم اور نیم اخلاقی اصول ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے دو طرح کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اوّل تو چت یا نفس پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے یوگی کو چونکہ سدّھی اور شکتیاں حاصل ہو جایا کرتی ہیں۔ شروع ہی سے اس بات کی روک تھام ضروری ہے۔ کہ وہ ان کا خراب استعمال نہ کرے۔ اور خلق خدا کو آزار پہنچا کر اپنی ہوا و ہوس اور نفس پرستی کی جانب مائل نہ ہو۔ یم اخلاق کا منفی پہلو ہے۔ جس میں برائیوں سے بچنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس میں نفس کو زیر کرنے کے لئے بہت ہی زور لگانا پڑا کرتا ہے۔ پانچوں یم اسی قبیل کے ہیں۔ یعنی ہنسا نہ کرنا۔ جھوٹ نہ بولنا۔ چوری نہ کرنا۔ بیرج ضایع نہ کرنا۔ اور سامان دنیا فراہم نہ کرنا۔ ان کو بنا کر اب ان کا مہا برت یعنی بڑا بھاری برت بتاتے ہیں ۞

سوتر ۳۱۔ یہ ذات۔ مکان۔ زمان اور عہد کی قید سے محدود نہ ہوں۔ اور حاوی کل ہوں تو مہا برت کہلاتے ہیں ۞

یموں کی مشق بتدریج اس طرح کی جاتی ہے کہ اول کچھ قیدیں لگائیں اور ان پر عمل کیا۔ مثلاً اہنسا کو لیجیے۔ آدمی یہ عہد کرے کہ بکرے کا گوشت کھاؤں گا اور کسی جانور کا گوشت نہ کھاؤں گا۔ تو جاتی یعنی ذات کی قید ہے۔ تیرتھ کے مقاموں پر نہ کھاؤں گا۔ منگل اور اتوار کو نہ کھاؤں گا۔ گھر میں کوئی مہمان آئے تو اس کے ساتھ ہی کھاؤں گا ورنہ نہ کھاؤں گا۔ یہ تینوں مکان و زمان و عہد کی قیود کی پابندیاں ہیں۔ انہیں پر اور یموں کی تدریجی مشق کو قیاس کر لینا چاہیئے۔ اس سے کچھ کچھ عادت پڑے گی۔ رفتہ رفتہ قیدیں بڑھاتے رہنا چاہیئے یہاں تک کہ جاتی مکان زمان اور عہد کا خیال طبیعت سے اٹھ جائے اور آدمی

نہ کسی ذیحیات کو ہنسا کرے۔ نہ کسی جگہ کسی وقت اور کسی عہد کے واسطے کبھی ہنسا کا مرتکب ہو۔ اس طرح جب یم حاوی کل ہو گئے تو مہابرت کہلاتے ہیں۔ یم کہکر اب نیم بیان کرتے ہیں +

سوتر ۳۲۔ صفا۔ قناعت۔ تپ۔ مطالعہ اور ایشور کی رضا پر راضی رہنا نیم ہیں +

یم اخلاق کے منفی پہلو ہیں۔ جن میں برائیوں سے بچا جاتا ہے۔ نیم مثبت پہلو ہیں۔ جن میں بھلائیوں پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ اور عہد کرکے ان کو عمل میں لانا ہوتا ہے۔ اسی کو نیم کہتے ہیں۔ صفا دو طرح کی ہے۔ ایک تو جسمانی یعنی نہانا۔ کپڑے صفا پہننا۔ مکان و اسباب صاف رکھنا۔ دوسرے اندرونی جس میں محبت و اطمینان وغیرہ کے اوصاف سے من کے میل یعنی کثافت کو پاک وصاف کیا جاتا ہے۔ قناعت یا سنتوش وہ وصف ہے کہ جو چیز اپنے پاس ہے۔ اسی پر راضی و خوش رہنا۔ اور روں پر حسد نہ کرنا۔ تپ۔ مطالع اور ایشور کی رضا پر راضی رہنا۔ ان تینوں کی خصوصیتیں اس باب کے پہلے سوتر میں بیان ہو چکی ہیں۔ یہاں ان کا اعادہ کرنا لاحاصل ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ خیالات ناقص دل میں اُٹھتے ہیں۔ ان کا علاج اس طرح کرنا چاہیئے +

سوتر ۳۳۔ خیالات ناقص کی رکاوٹ کے وقت انکے اضداد پر غور کرنا چاہیئے +

خیالات ناقص وہ ہیں جن سے برت میں خلل پڑا کرتا ہے۔ برت یعنی یم اور نیم پر عہد کرکے عمل کرتا ہے۔ جب کوئی خلل انداز خیال طبیعت میں راہ پائے اسی وقت اس کی ضد کے خیال سے اس کو مٹانا چاہیئے۔ مثلاً

جس وقت ہنسا کا خیال اُٹھے اُسی وقت عشق و محبت کا خیال اس کی جگہ خاطر میں بٹھانا چاہیے۔ خیالات ناقص کی تشریح یہ ہے +

سوتر ۳۴۔ خیالات ناقص ہنسا وغیرہ ہیں۔ جو کیئے جائیں کرائے جائیں یا منظور کیئے جائیں۔ ان کا باعث لالچ۔ غصہ اور غفلت ہے۔ یہ ہلکے متوسط یا پرزور ہوتے ہیں۔ ان کا نتیجہ لاانتہا مصیبت اور جہل ہے۔ اسی واسطے ان کی اضداد پر غور درکار ہے +

خیالات ناقص ہنسا وغیرہ ہیں۔ یعنی جو پانچ یم اور پانچ نیم اور بیان ہوئے۔ ان کے متناقص خیالات۔ ان کی اول تین قسمیں بتائی گئی ہیں۔ یعنی خود کرو۔ کسی اور سے کراؤ۔ یا کوئی کرتا ہو تو آپ مطلق دخل نہ دو۔ تینوں ناقص خیالات ہی میں داخل ہیں۔ دوسرے ان خیالات کے پیدا ہونے کے تین اسباب بیان کیئے گئے ہیں۔ جو ہمیشہ ان کی جڑ میں پائے جاتے ہیں یہ لالچ۔ غصہ اور غفلت ہیں۔ ان میں غفلت یعنی بات کا کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھنا سب سے بڑی چیز ہے۔ اسی سے لالچ پیدا ہوتا ہے۔ اور اُس لالچ کے پورا نہ ہونے کے باعث غصہ آتا ہے۔ جس میں آدمی کا جی جلنے لگتا ہے۔ اور بُرائی بھلائی میں تمیز کرنے کی طاقت نہیں رہا کرتی۔ یہ تین اسباب ہیں جن سے خیالات ناقص پیدا ہوتے ہیں۔ زور کے لحاظ سے یہ خیالات بدظاہر ہے کہ تین طرح کے ہونگے یعنی ہلکے اور متوسط اور پرزور۔ ان کا نتیجہ ہمیشہ مصیبتوں میں پڑنا۔ اور جہل میں پھنسنا ہے۔ اسی واسطے یہ ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ کہ اضداد کے خیالات طبیعت میں بٹھا کر اُن کو دور کیا جائے۔ اس طرح خیالات ناقص کی قسمیں۔ اُن کے باعث۔ اُن کے زور کی

حالت۔ اُن سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان کی اضداد پر غور کرنے کی ضرورت بیان کر کے اب پانچوں یموں اور پانچوں نیموں میں سے ہر ایک کی کثرت مزاولت سے جو جو سِدّھیاں حاصل ہوتی ہیں۔ انہیں بیان کرتے ہیں ٭

سوتر ۳۵۔ اہنسا میں پورا قیام ہونے پر یوگی کے قریب سب ترک عداوت کرتے ہیں ٭

جس وقت یوگی کا اہنسا میں پورا پورا قیام ہو جاتا ہے۔ تو اس کا اثر گردوپیش اس طرح پھیلتا ہے۔ کہ اس کے قریب آ کر کوئی ہنسا کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ سب لوگوں کا تجربہ شاہد ہے۔ کہ ست سنگ یعنی سادھوؤں۔ پنڈتوں اور نیک لوگوں کے پاس جا کر بیٹھئے تو وہاں کی ہوا ہی کچھ اور ہوا کرتی ہے۔ کیسے ہی بُرے خیالات والا آدمی پاس جا کر بیٹھے جب تک بیٹھا رہیگا۔ یہی محسوس ہوگا۔ کہ آنند کا سمندر موجیں مار رہا ہے۔ یہ اُن کی قربت کا پھل ہے۔ اسی طرح جب یوگی کو تن من بانی سے اہنسا میں دسترس کامل ہو جاتی ہے۔ تو اس کے قریب جو جائیگا اس کے شُدّھ من کے اثر سے وہ بھی دشمنی و عداوت یعنی ہنسا کے خیالات چھوڑ دے گا۔ یہاں اگر شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پینے آ کر کرتے ہیں۔ اسے خلاف قاعدہ قدرت نہ سمجھنا۔ کیونکہ قدرت بڑی چیز ہے اور اس کے قوانین لاانتہا ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ کوئی بات خلاف قانون قدرت ہے۔ یہ کہے تو وہی کہے جو تمام قوانین قدرت سے واقف ہے۔ اور ایسا آدمی ہم نے آج تک نہیں دیکھا ہے۔ پس یوگ سے جو سِدّھیاں حاصل ہو سکتی ہیں اُن کو خلاف قوانین قدرت بتانا۔ محض بتانیوالے

ں ہٹ دھرمی اور لاعلمی پر مبنی ہے۔ جو دلیل ہنسا کی سدّھی کے شوق
یں مذکور ہو رہی ہے۔ وہی اور سدّھیوں پر بھی عائد ہوتی ہے۔ جنکے
بیانات آگے آتے ہیں +

سوتر ۳۶۔ ستیہ میں پورا قیام ہونے پر ثمرۂ اعمال حاصل
ہوتا ہے +

اور لوگ جب کام کرتے ہیں اسی وقت ان کو ثمرۂ اعمال نصیب نہیں ہوتا
وگی کا من کرم بانی سے ستیہ کو پالن کرتے کرتے یہ حال ہو جاتا ہے۔ کہ
و کچھ وہ کہتا ہے۔ یا جو کچھ وہ سوچتا ہے۔ فوراً اس کا ظہور ہو جاتا ہے
طلب یہ ہے۔ کہ ستیہ پالن سے یوگی ستیہ سنکلپ ہو جاتا ہے۔ اور جس
رم کا چاہے فوراً ثمرہ حاصل کر سکتا ہے +

سوتر ۳۷۔ چوری نہ کرنے میں پورا قیام ہونے پر جواہرات
آموجود ہوتے ہیں +

چوری سے بچنے کی کثرت مزاولت بہم پہنچتی ہے۔ تو آدمی بے خواہش
و جاتا ہے۔ اس حالت میں کان جواہر اور مدفون خزائن پر زر اُسے صاف
کھائی دینے لگتے ہیں +

سوتر ۳۸۔ برہم چریہ میں پورا قیام ہونے پر طاقت وقوت
حاصل ہوتی ہے +

برہم چریہ کا یہ فائدہ تو صریحی ہی ہے۔ کہ بدن میں طاقت آتی ہے۔
س نے برہم چریہ میں پورا قیام حاصل کر لیا۔ اُس کے جسم میں ہی نہیں
ہ اندریوں۔ من اور بدھی میں بھی لاانتہا طاقت کا ظہور ہوتا ہے +

سوتر ۳۹۔ اپرگرہ میں پورا قیام ہونے پر پہلے جنموں کا

علم حاصل ہوتا ہے +

اپرگرہ سامان دنیا کا فراہم نہ کرنا ہے۔ اس سامان میں مکان واسباب
ہی شامل نہیں ہیں۔ بلکہ جسم۔ اندریہ۔ من اور بدّھی بھی داخل ہیں۔ ان
مادّی چیزوں کو بھی یوگی سامان دنیا ہی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور ان سے
بے پرواہ اور ان کا تارک رہتا ہے۔ جس جس چیز کو تہ دل سے ترک کیا جائے
اس پر ظاہر ہے کہ آدمی کو قدرت حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ یوگی جسم وجسمانیات
پر قادر ہے۔ اس کو اپنے پہلے جنموں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ میرا جسم
کیسا تھا۔ اندریہ من۔ بدّھی وغیرہ کیسی تھیں۔ یعنی کیسے خیالات طبیعت پر
حاوی رہا کرتے تھے۔ اس طرح یموں کی سِدّھیاں بتا کر اب نیموں کی سدھیوں
کو لیتے ہیں +

سوتر ۴۰۔ صفا سے اپنے جسم سے نفرت آتی ہے اور اَوروں
کے اجسام سے اتصال نہیں پسند ہوتا +

یوگی کو صفا میں جب قیام نصیب ہوتا ہے۔ تو اپنا جسم غیر صافی اور ناپاک
محسوس ہوا کرتا ہے۔ اس حالت میں اور آدمیوں کے جسم سے کب اتصال
پسند کر سکتا ہے۔ یہ صفائے جسم بیان ہوئی۔ صفائے قلب کا ذکر اگلے
سوتر میں ہے +

سوتر ۴۱۔ علاوہ ازیں شُدّھ ستو۔ فرخندگیٔ طبع۔ ضبط حواس
اور آتما کے درشن کی قابلیت بہم پہنچتی ہے +

چت یا انتہ کرن ستوگن کا کاریہ ہے۔ اور ستو کے خواص پرکاش اور آنند
ہیں۔ صفا کی مزاولت سے انتہ کرن کا میل یا کثافت دور ہوتی ہے۔ یعنی
یعنی رج اور تم دب جاتے ہیں۔ اور ستو صاف اور شدّھ ہو کر دونوں پر غلبہ پاتا

ہے۔ فرخندگیٔ طبع وہ حالت نفس ہے جس میں فکر یا تکلیف کے خیالات آزار نہیں پہنچانے پاتے۔ یکسوئی کے یہ معنے ہیں۔ کہ جس چیز پر دھیان جمانا ہے۔ اسی پر جمے۔ اِدھر اُدھر نہ جائے۔ ضبط حواس کے یہ معنے ہیں۔ کہ حواسوں پر قدرت حاصل ہو اور وہ دوڑ دوڑ کر بشیوں کی طرف نہ جائیں۔ آتما کے درشن کے معنے اُس تمیز یا گیان کے ہیں جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ صفا میں حصول قیام سے یہ اوصاف یکے بعد دیگرے حاصل ہوتے چلے جاتے ہیں ستو کی شُدّھی سے فرخندگیٔ طبع بہم پہنچتی ہے۔ فرخندگیٔ طبع سے یکسوئی یکسوئی کی وجہ سے ضبط حواس اور ضبط حواس کی وجہ سے آتم درشن یا گیان +

سوتر ۴۲۔ قناعت سے وہ سُکھ نصیب ہوتا ہے جس سے بڑھکر اور سکھ نہیں ہے +

فکر۔ رنج۔ الم وغیرہ سب بے قناعتی اور بے صبری کے نتائج ہیں۔ قانع آدمی ہی کو سُکھ نصیب ہوا کرتا ہے۔ اور یہ بے مثال و بے نظیر سُکھ ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی سُکھ نہیں ہے +

اے قناعت توانگرم گرداں
کہ ورائے تو ہیچ نعمت نیست

سوتر ۴۳۔ تپ سے ناپاکی دور ہوتی ہے اور جسم و اندریوں کی سدھیاں بہم پہنچتی ہیں +

تپ کا بڑا بھاری فائدہ یہ ہے۔ کہ جسم کا بھی مل یا ناپاکی دور کرتی ہے اور اندریوں اور من کا بھی۔ اس مل کے دور ہو جانے سے جسم کی سدّھیاں ایما لگھما وغیرہ بہم پہنچتی ہیں۔ اور اندریوں کی سدھیاں مثلاً دور سے آواز کا

سن لینا اور کوسوں سے تماشوں کا دیکھ لینا وغیرہ - ان سِدّھیوں کا ذکر تیسرے باب میں آئیگا +

(سوادھیائے) (یا منتر جاپ)
سوتر ۴۴ - مطالعہ سے اِشٹ دیو کے ساتھ ملاپ ہوتا ہے +

جس دیوتا کے منتر کا جاپ کیا جاتا ہے - یا جس دیوتا کے ذکر کے متعلق کتابیں پڑھی جاتی ہیں - یا جس کی سُتتی کا پاٹھ کیا جاتا ہے - صدق عقیدت اور اور کثرت مزاولت سے نتیجہ یہ حاصل ہوتا ہے - کہ اس دیوتا کے درشن ہوتے ہیں - اور پوجنے والا اس سے بات چیت کرکے اپنی بہتری کے ذرایع دریافت کرلیتا ہے - اور ان پر کاربند ہوکر مدارج اعلےٰ پر پہنچ جاتا ہے - اشٹ دیوتا سے ایشور کی بھی مراد لی جاتی ہے - اور سوتر کے یہ معنے بتائے جاتے ہیں - کہ ایشور کے ساتھ ملاپ ہوتا ہے - لیکن چونکہ ایشور کا ذکر اگلے سوتر میں ہے پہلے معنے زیادہ قرین قیاس ہیں +

سوتر ۴۵ - ایشور کی رضا پر راضی رہنے سے سمادھی کی حالت بہم پہنچتی ہے +

اس کا بیان پہلے باب کے سوتر ۲۳ میں ہو چکا ہے - وہیں دیکھو - یہاں یم نیم اور ان کے پھلوں کا بیان ختم ہوا - اب یوگ کے تیسرا انگ یعنی آسن کا بیان کرتے ہیں +

۳ - آسن کا بیان

سوتر ۴۶ - آسن وہ اچھا ہے جس میں آدمی قیام رکھ سکے اور اُسے سکھ ملے +

یوگ کے انگوں میں یم اور نیم کی اس واسطے ضرورت ہے۔ کہ آدمی نفس پر قدرت حاصل کرے۔ اور نفس اسے مضطرب اور بے قرار نہ کرنے پائے۔ دوسری ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ چونکہ اُسے دھیان جمانے کے واسطے بیٹھنا پڑتا ہے۔ طرز نشست ایسی ہو کہ وہ اس میں قیام بھی رکھ سکے اور اسے سُکھ بھی ملے۔ اسی طرز نشست کو آسن کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ آسن طرح طرح کے ہیں۔ ان کی تفصیل ہٹ یوگ کی کتابوں میں دی ہوئی ہوتی ہے۔ سب سے مشہور اور ہر دلعزیز پدماسن ہے اس میں دائیں پاؤں کو بائیں ران پر اور بائیں پاؤں کو دائیں ران پر رکھ کر بیٹھا کرتے ہیں۔ بھگوان سوترکار کسی خاص آسن کی قید نہیں لگاتے۔ کیونکہ مختلف آدمیوں کو مختلف طرز ہائے نشست پسند ہوتی ہیں۔ ہر ایک کے واسطے سب سے بہتر طرز نشست وہی ہے جس میں وہ زیادہ دیر تک بیٹھ سکے۔ اور اُسے کسی قسم کی صرف تکلیف ہی نہ ہو بلکہ اس طرح کا لطف آئے۔ کہ یہ بھی معلوم نہ ہو۔ وقت کتنا گذر چکا۔ یہ آسن کی خوبی ہے اگر معمولی آدمی کی طرح تھوڑی دیر بعد طرز نشست بدلنی پڑی تو دھیان جمانے میں سخت حرج واقع ہوگا۔ یہ آسن کا سوال یوگ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ آسانی کے ساتھ دیر تک بیٹھے رہنے ہی پر دھیان جمانے کا مدار ہے۔ اس بیٹھے رہنے کے معنے یہ ہیں کہ جسم کا خیال تک نہ آئے۔ اور آدمی مزے سے بیٹھا رہے۔ اس کی تجویز کیا۔ وہ بتاتے ہیں ÷

سوتر ۴۷۔ آسن میں ہلکی ہلکی کوشش اور اننت کے دھیان سے قیام اور سکھ ملتا ہے ÷

آسن جمانے میں ہلکی ہلکی کوشش عمل میں لانی چاہئیے۔ زور لگایا یا پرزور وسائل استعمال کئے تو اوّل تو تکلیف ہوگی۔ دوسرے دھیان آسن کی طرف

رہیگا۔ جس چیز پر جمایا چاہتے ہو اس پر نہیں جمیگا۔ اس واسطے ہوے ہوے آسن میں کوشش کرنی چاہیئے۔ تیزی کا کام یہاں نہیں ہے۔ ہلکی کوشش کر کے بیٹھے تو دھیان آسن کی طرف سے ہٹا لینا چاہیئے۔ اور اننت یعنی غیر محدود پر جمانا چاہیئے۔ جیسے آکاش یا ایشور۔ چونکہ دھیان آسن کی طرف نہیں ہوگا جسم کو تکلیف بھی محسوس نہیں ہوگی۔ اور آدمی مزے سے بیٹھا بھی رہیگا۔ اننت کے معنے اننت ناگ کے بھی لئے جاتے ہیں۔ چونکہ اُس پر زمین قایم ہے۔ خیال یہ ہے۔ کہ اس کا دھیان آسن کے ستھر کرنے میں مدد گار ثابت ہوگا

آسن ستھر ہونے کا پھل بیان کرتے ہیں +

سوتر ۴۸۔ ستھر ہونے پر اضداد کے جوڑے دق نہیں کرنے پاتے +

آسن ثابت و قایم ہو جاتا ہے۔ تو اضداد کے جوڑے یعنی گرمی و سردی دکھ سکھ۔ تکلیف و راحت کے حملے۔ جو معمولی حالتوں میں عمر بھر آدمی پر ہوا کرتے ہیں۔ اور جن سے ملکر زندگی بنتی ہے۔ محسوس نہیں ہوتے۔ آدمی استقلال اور سکھ کے ساتھ بیٹھا رہنا ہے۔ آسن کا ایک اور فائدہ بھی ہے یعنی یہ پرانایام میں بڑا مددگار ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اب پرانایام کا بیان شروع کرتے ہیں +

۹۔ پرانایام کا بیان

سوتر ۴۹۔ آسن کے ستھر ہونے پر پرانایام کرنی چاہیئے جو باہر جانے والے اور اندر آنے والے سانس کی رفتار کے روکنے کا نام ہے +

آسن کی ستھرتا ہو گئی اور بے قراری و اضطراب قلب رفع ہو گیا۔ تو پرانایام

کرنی چاہیئے - پرانایام پران کے روکنے کو کہتے ہیں - پران اصل میں قوت یا انرجی کا نام ہے - قوت برقی - حرارت - روشنی - نمو - زندگی وغیرہ سب اسی کی مختلف صورتیں ہیں - یہی سانس کو باہر نکالتی ہے اور یہی اندر لیجاتی ہے چونکہ سانس میں دمبدم اس کا ظہور دیکھا جاتا ہے - اس واسطے سانس کا نام بھی پران پڑگیا ہے +

یوگی کو اصل میں پران یعنی قوت کو روکنا پڑا کرتا ہے - لیکن شروعات سانسوں کے ذریعے سے کی جاتی ہے - اس کی وجہ خاص ہے - دھیان جمانے بیٹھیئے تو قلب جب اور خیالات سے خالی ہوتا ہے - تو رہ رہ کر سانس کی طرف جاتا ہے - سانس باہر نکلتا اور اندر آتا محسوس ہوتا ہے - اور دھیان بے اختیار اس کی طرف مائل ہوتا ہے - اس طرح یہ سانس دھیان میں حارج ہوتے ہیں - چنانچہ پہلے باب میں اس بات کا ذکر آچکا ہے - ہمارے یوگ آچاریہ جو طبع انسانی کے رموز و نکات کو بنگاہ غور ملاحظہ و مشاہدہ کرتے رہتے تھے - اُنہوں نے اس بات کو دیکھا اور اس حارج چیز کو ہی لیکر دھیان جمانے کا وسیلہ بنایا - چونکہ خلوے طبع کے وقت محض سانس حارج ہوتے ہیں - اور دھیان ان کی طرف جاتا ہے - کیوں انہیں پر دھیان نہ دیا جائے اور انہیں سے کام نہ لیا جائے - یہ پرانایام کا اصول مخفی ہے - اسی کو بھگوان سوترکار باہر جانے والے اور اندر آنے والے سانس کی رفتار روکنے کا نام دیتے ہیں - اور آسانی سے سمجھانے کے واسطے علیحدہ علیحدہ پہلوے نگاہ سے حصے یوں کرتے ہیں +

سوتر ۵۰ - یہ بیرونی اور اندرونی اور رُکی ہوئی ہوتی ہے - اور مکان و زمان و تعداد سے وابستہ ہوکر لمبی یا چھوٹی

کہلاتی ہے +

سانس جو باہر جاتا ہے اسے "ریچک" کہتے ہیں۔ جو اندر آتا ہے اسے "پورک" کہتے ہیں۔ جو اندر روکا جاتا ہے۔ اُسے "کمبھک" کہتے ہیں۔ ان تینوں میں مکان وزمان وغیرہ کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے۔ "مکان" سے جسم کا اندر یا باہر بھی مراد ہے۔ اور سانس کی درازی بھی۔ سرودے میں مرقوم ہے۔ کہ پرتھوی۔ جل۔ تیج۔ وایو اور اکاش تتوؤں کے ہونے پر اندرونی یا بیرونی سانس کی درازی ۱۲۔ ۱۶۔ ۴۔ ۸۔ صفر انگل ہوا کرتی ہے۔ "زمان" سے یہ مراد ہے۔ کہ تینوں میں سے ہر ایک کتنی دیر رہا۔ حساب ماترا سے لگایا جاتا ہے اور ایک ماترا کا تقریباً اتنا ہی عرصہ ہوتا ہے جتنا ایک سکنڈ یا لمحے کا ہوا کرتا ہے تینوں کو ایک ہی عمل شمار کریں۔ تو پورک کمبھک اور ریچک کا عرصہ ۱ و ۴ و ۲ کی نسبت سے بدلتا رہیگا۔ "تعداد" سے یہ مراد ہے۔ کہ کتنی بار پرانایام کی گئی۔ یوگ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ بتدریج بڑھا کر ایک نشست میں اسّی بار تک پرانایام کرنی چاہیئے۔ کرتے اس طرح ہیں۔ کہ ایک نکوڑے سے سانس باہر نکالا اور پھر اُسی نکوڑے سے اندر لے گئے۔ کچھ دیر روک کر دوسرے سے باہر نکالا اور دوسرے ہی سے اندر لے گئے۔ اس کو ایک پرایام کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس ایک پرانایام کا عرصہ شروع میں چھوٹا ہوگا۔ اور کثرت مزاولت سے دراز ہوتا جائے گا۔ لیکن یاد رہے۔ کہ کتابوں میں پڑھکر پرانایام شروع کر دینے سے اکثر امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے پرانایام ہمیشہ مشّاق گورو کی نگرانی میں ہی کرنی چاہیئے۔ ورنہ خطرناک ثابت ہوا کرتی ہے پرانایام کی غرض یہ ہے۔ کہ پران اور اپان دونوں کو ملا دیا جائے۔ اور کھینچکر دماغ کی طرف لے جائیں۔ اس سے نابھی میں کنڈلنی حرکت میں آتی ہے۔

اور یوگی کو خاص سدّھیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔ پس کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ نابھی سے پران نکل کر تالو سے ٹکرائے۔ اِسے اُدگھات کہتے ہیں۔ ادگھات کا محسوس ہوتا آدمی کو پرانایام کے تین درجوں ریچک۔ پورک۔ اور کمبھک سے چوتھے درجے پر پہنچاتا ہے۔ اب اس کا بیان کرتے ہیں *

سوترا ۵۱ - بیرونی اور اندرونی بشیوں کی علم والی چوتھی پرانایام ہے *

کمبھک میں اندر آنے والا اور باہر جانے والا سانس بے شک رُک جاتا ہے۔ لیکن حال یہ ہوتا ہے۔ کہ جیسے تپے ہوئے لوہے پر پانی کی بوند گری اور جل گئی۔ پرانایام کرنے والے کو یہ علم نہیں ہوتا۔ کہ ریچک۔ پورک اور کمبھک پر میں قادر ہوں۔ چوتھی پرانایام وہاں سے شروع ہوتی ہے۔ جہاں یہ علم ہونے لگتا ہے۔ پران کا بیرونی بشے ناک سے بارہ انگل باہر جاتا ہے۔ اندرونی بشے ہردے اور نابھی کے چکر ہیں۔ ان دونوں کو جانکر جو پرانوں کی گتی کا روکنا ہے وہ چوتھی پرانایام کہلاتی ہے۔ یہ روکنا کمبھک سے مختلف ہے۔ معمولی کمبھک میں پرانایام کرنے والے کو پران گتی نرودھ پر قدرت رکھنے کا علم نہیں ہوتا۔ چوتھی پرانایام میں جو پران روکا جاتا ہے اُس میں ہوتا ہے۔ پہلی تین محض سانسوں کے متعلق ہیں۔ یہاں سے اصلی پران یعنی قوت یا انرجی کی روک تھام شروع ہوتی ہے۔ اس کا پہلا قدم اُدگھات ہے۔ جس کا ذکر اوپر کے سوتر میں آچکا ہے۔ یہاں سے یوگی کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ مختلف چکروں یا پدموں میں پرانوں کو بتدریج روکتا ہوُا۔ آخر کے پدم میں لیجائے۔ اور مکمل سمادھی کے آنند کو حاصل کرے۔ یہ چکر سات ہیں۔ اور جسم کے مقامہائے مختلفہ میں واقع ہیں۔ بشے اس طرح ہیں۔ کہ اعصاب

یا سُوکشم ناڑیوں کا گچھّا سا ایک جگہ اکٹھّا ہو گیا ہے۔ ان کے نام اور مقام مندرجہ ذیل ہیں۔ ۱۔ آدھار گدا میں۔ ۲۔ ادھشٹھان لِنگ اور نابھی کے بیچ میں۔ ۳۔ منی پور نابھی میں۔ ۴۔ اناہت ہردے میں۔ ۵۔ وِشدّھی حلق میں۔ ۶۔ آگیا بھوؤں کے بیچ میں۔ ۷۔ سہسرُر دماغ میں۔ ان ساتوں درجوں میں بھی زمان و مکان و تعداد کے لحاظ سے بڑا یا چھوٹا ہونا برابر اسی طرح رہتا ہے۔ جس طرح پہلے سوتر میں بیان ہوا ہے۔ اب اس چوتھی پرانایام کا پھل بتاتے ہیں +

سوتر ۵۲۔ اس سے نور کا حجاب دور ہو جاتا ہے +

اس سے یعنے پرانایام کے کرنے سے چت کی صفا میں جو کلیشوں کا حجاب ہے۔ وہ دور ہو جاتا ہے۔ اور نور کے چمکارے ہونے لگتے ہیں پرانایام سے اور بھی پھل ملتا ہے۔ یعنی یوگ کے چھٹے انگ دھارنا میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں +

سوتر ۵۳۔ من میں دھارنا کی قابلیت پیدا کرتی ہے +

دھارنا کی تعریف آگے آئے گی۔ یعنی ایک نقطے پر توجہ کا قایم کرنا۔ پرانایام سے چونکہ من کے دوش دور ہو جاتے ہیں۔ جس نقطے پر لگانا چاہو برابر لگ سکیگا۔ یہاں پرانایام کا بیان ختم کر کے یوگ کے پانچویں انگ یعنی پرتیاہار کو شروع کرتے ہیں +

۱۰۔ پرتیاہار کا بیان

سوتر ۵۴۔ اپنے بشیوں کو چھوڑ کر چت کے سروپ کے مطابق اندریوں کا ہو جانا پرتیاہار ہے +

یم نیم میں اخلاقی انضباط بتائے گئے۔ ان سے نفس پر کچھ قدرت پا کر
یوگی آسن جمانے کی مشق کرتا ہے۔ جس سے اضطراب قلب دور ہوتا ہے
اور وہ پرایام کرنے کے لایق بن جاتا ہے۔ پرایام میں چونکہ نفس ایک طرف
متوجہ ہے۔ ظاہر ہے کہ حواس اپنے اعمال سے معطل ہو جائیں گے۔ آنکھ
نہ کچھ دیکھے گی۔ کان نہ کچھ سنیں گے۔ زبان نہ کچھ چکھے گی۔ ناک نہ کچھ سونگھے گی
اور جلد نہ کچھ چھوئیگی۔ نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اندریاں بدل کر من کا روپ ہو جائیں گی
یہ ایک بڑے بھاری مرحلے کا طے ہونا ہے +

چنچلتا اندریوں میں ہے۔ یہ آدمیوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتیں۔
بھگوان شری کرشن گیتا میں کیا ہی سچّی بات کہتے ہیں +

دانا ضبط حواس میں گو ساعی رہتا ہے۔ لیک اُن میں طاقت ہے بڑی
لیجاتے ہیں کھینچکر زبردستی سے من کو جس جس جگہ ہو ان کی مرضی

لذات پہ یہ حواس جب جاتے ہیں تو کھینچ کے ساتھ من کو بھی لاتے ہیں
من عقل کو یوں کھینچتا ہے جیسے جہاز طوفاں سے بحر میں کھچے آتے ہیں

اس واسطے اے دلیر ارجن جس نے لذات سے ہیں حواس اپنے روکے
ہے وہ ہی شخص قایم العقل یہاں یہ بات بہت بڑی ہے گر تو سمجھے

پس اندریوں کا بشیوں سے ہٹانا بڑی بات ہے۔ یہ بشیوں کی طرف
نہیں جائیں گی۔ تو اپنے سروپ میں قایم رہیں گی۔ وہ سروپ من یا چت
ہے۔ آنکھ کی کل سے چت کی برتی نکل کر باہر جاتی ہے تو وہ چکشو اندریہ
کہلاتی ہے۔ کان کی کل سے چت کی برتی نکلکر باہر جاتی ہے۔ تو شرو تر اندریہ

کہلاتی ہے - انہیں پراوروں کو قیاس کر لو - یہ پرتیاں باہر نہیں جائیں گی - تو اندریاں چت روپ ہو جائیں گی - یہی پرتیاہار کہلاتا ہے - اس سے چنچلتا دور ہوتی ہے - اور تسکین قلب میسّر ہوتی ہے - پس یوگی کی کوشش یہ ہونی چاہیئے - کہ اندریوں کو روک کر من کی صورت میں لا ڈالے - اس کا پھل بھگوان سوترکار یہ بتاتے ہیں +

سوتر ۵۵ - اس سے اندریوں پر قدرت کامل حاصل ہوتی ہے +

اس سے یعنی پرتیاہار کی ابھیاس یا مشق سے ضبط حواس کی وہ قدرت حاصل ہو جاتی ہے - کہ بیشتے اندریوں کو کھینچا بھی چاہیں تو بھی وہ نہیں کھینچ سکتیں یہ انتہائی ضبط حواس ہے +

تیسرا باب بھبھوتی پاد

۱ - سمیم کا بیان

سوتر ۱ - چت کا کسی مقام پر قایم کرنا دھارنا ہے +

یوگی کی انتہائی غرض چت کی برتیوں کو روک کر نرودھ کی حالت میں لا ڈالنا ہے - اس کے سادھن آٹھ ہیں - جن میں پانچ یعنی یم نیم آسن پرانایام اور پرتیاہار بیرونی یا ودھرنگ کہلاتے ہیں - باقی کے تین یعنی دھارنا دھیان اور سمادھی اندرونی یا انترنگ سادھن ہیں - بیرونی سادھن کو نرودھ کی حالت

بہم پہنچانے میں مدد دیتے ہیں۔ لیکن دور سے۔ اندرونی سادھن بہت قریب
کے معاون و مددگار ہیں۔ ان تینوں کو ملا کر "سم یم" کا نام دیا جاتا ہے۔ چونکہ
ان میں دھارنا سب سے پہلا سادھن ہے۔ اوّل اُسی کی تعریف دیجاتی ہے
دھارنا کہتے ہیں چت کے کسی خاص جگہ باندھنے یا قایم کرنے کو۔ مثلاً نابھی
چکر یا ناک کے اگلے حصّے یا اشٹ دیو کی مورت وغیرہ پر۔ اس طرح کہ چت
بس وہیں بندھا رہے۔ اور خیالات اُسے اِدھر اُدھر نہ لیجانے پائیں۔ یہ
ایک نقطے پر چت کا قایم کرنا دھارنا کہلاتا ہے۔ اب کو دھیان کو لیجئے +

سوتر ۲۔ یہیں گیان کا یکسو ہونا دھیان ہے +

یہیں یعنی جس نقطے پر چت کو دھارنا سے باندھا ہے۔ وہاں گیان کا
اس طرح یکسو ہونا کہ جس نقطے سے چت بندھا ہوا ہے۔ اس سے متحد ہو جائے
یعنی چت اور وہ نقطہ ہی برابر کچھ عرصے محسوس ہوتا رہے اور کچھ محسوس نہ ہو
تو یہ حالت دھیان کہلائے گی۔ دھارنا کو نقطہ فرض کیا جائے تو دھیان کو
خط سمجھ لینا چاہئے کہ تیل کی دھار کی طرح برابر ایک رس گرے جاتا ہے۔ اور
کسی شے کی آمیزش اس میں نہیں ہے۔ اس کے بعد سمادھی کا درجہ ہے۔ چنانچہ
کہتے ہیں +

سوتر ۳۔ جب چت کا یہ حال ہو۔ کہ اپنے آپ کو تو گویا بھول
جائے اور دھیان کی ہوئی چیز کا ہی فقط دھیان رہے تو اسی کو
سمادھی کہتے ہیں +

اسی کو یعنی دھیان کی حالت کو سمادھی کہتے ہیں۔ مگر اس وقت جب چت
اپنے آپ کو تو فراموش کر دے۔ اور اُسے فقط دھیان کی ہوئی چیز کا گیان رہے
دھارنا۔ دھیان اور سمادھی تینوں تقریباً ایک ہی حالت نفس کہ بیان کرتے ہیں

فرق صرف درجوں کا ہے - دھارنا میں عالم و علم و معلوم تینوں کا گیان رہتا
ہے - دھیان میں عالم یعنی چت اور معلوم یعنی دھیان کی ہوئی چیز کا - اور
سمادھی میں فقط معلوم کا جو دھیان کی ہوئی چیز ہے - اس حالت نفس میں
دو چیزیں شامل ہیں - ایک تو اپنے آپ کو بھولنا - دوسرے دھیان کی ہوئی
چیز ہو جانا - فقط اپنے آپ کو بھولنا خطرناک چیز ہے - کیونکہ اس حالت میں
آدمی آسانی کے ساتھ اور لوگوں کا معمول بن سکتا ہے - جو اس سے زبردست
ہیں - اور اس پر اپنا اثر ڈال سکتے ہیں - اس لئے کوشش یہ ہونی چاہئے -
کہ جس چیز کا دھیان کیا جا رہا ہے - چت اس کی شکل اختیار کرے - چونکہ
شکل محسوس ہوتی رہے گی - یعنی اس کا گیان بنا رہیگا - اس واسطے یہ سمپرگیات
سمادھی ہے - اسمپرگیات سمادھی میں چونکہ یہ گیان نہیں رہتا - اس واسطے
وہ سمپرگیات سمادھی سے اعلے درجے کی چیز ہے - اور اس کے اعتبار سے
سمپرگیات صرف ایک سادھن ٹھہرتی ہے - جو اسمپرگیات سمادھی کے بہم
پہنچانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے - اس واسطے تینوں کی علیحدہ علیحدہ تعریف
بتا کر اب ان کا ایک نام بتاتے ہیں +

سنیم سوتر ۴ - تینوں کو اکٹھا کر کے سمیم بولتے ہیں +

تینوں کا جب ایک شے سے تعلق رہ ایک ہی جاوے تو تب یہ سمیم کہلاتے ہیں

سمیم یوگ کی اصطلاح نہیں ہے بلکہ تانترک ہے - ہاں یہ نام پیچھے یوگ
میں لے لی گئی ہے - دھارنا دھیان اور سمادھی تینوں کو ملا کر سمیم کا نام
دیا جاتا ہے - اس سمیم کا پھل بتاتے ہیں +

سوتر ۵ - اس پر قدرت پانے سے تمیز کا چاندنا ہوتا ہے +

اس پر یعنی سمیم پر بار بار کی مزاولت سے جب قدرت حاصل ہو جاتی ہے - تو
آدمی کی عقل و تمیز میں صفا کی روشنی چمکتی ہے - اور وہ ہر ایک چیز کا گیان کما حقہ

حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہ مضمون شرح و بسط کے ساتھ پہلے باب کے سوتروں میں آچکا ہے۔ وہیں دیکھو ٭

سوتر ۶۔ اس کے ذریعے سے بتدریج ترقی کرنی چاہیئے ٭

سم یم کے ذریعے سے آدمی بتدریج اونچے اونچے درجوں پر چڑھتا چلا جاتا ہے۔ جتنی مشق بڑھتی جائے گی اتنے ہی نیچے درجے چھوٹتے جائینگے۔ اور اونچوں کا انکشاف ہوتا چلا جائے گا۔ ایک دم سے کوئی اونچے سے درجے پر اسی طرح نہیں چڑھ سکا کرتا۔ جس طرح ایک چھلانگ مار کر کوٹھے پر نہیں چڑھ جاتا پس ترقیئے تدریجی کی ضرورت ہے۔ من کے دھیان کی صورت بالعموم یہ ہوا کرتی ہے۔ کہ اول کثیف چیز کا دھیان کیا اور بعد میں اُسے لطیف کرتے گئے۔ دھیان کے واسطے سب سے دلچسپ اور جلدی مدارج اعلٰے پر پہنچانے والی اشٹ دیو کی مورتی ہے۔ اس کے دھیان کے درجے یہ ہیں۔ اوّل ساری مورتی کو نگاہ تصور کے سامنے کھڑا کرو۔ اور دھیان میں ایک ایک زیور۔ ایک ایک کپڑا۔ ایک ایک انگ یعنی عضو بدن رکھتے جاؤ۔ اس طرح کہ جو انگ یا جو زیور صاف صاف نگاہ تصور میں نہ بیٹھے اس کو دھیان دے دے کر بتدریج صاف کرو۔ بعد میں زیوروں کا خیال چھوڑ دو۔ صرف انگوں یعنی اعضائے جسم پر دھیان دو۔ پھر ایک ایک انگ کا دھیان چھوڑو۔ اور بہیئت مجموعی تمام مورتی کو چشم تصور کے سامنے کھڑا کرو۔ اب اپنے آپ کو اور اَور تمام چیزوں کو اسی مورتی کا روپ تصوّر کرو۔ یہاں تک کہ جڑ چیتن سب تمہیں بند آنکھوں یا کھلی آنکھوں وہی منوہر مورتی نظر آنے لگیں۔ اس درجے پر پہنچکر جہاں ایک کو سروویاپک کر کے دیکھا جاتا ہے۔ سمادھی کا آنند آنے لگتا ہے۔ اس اصول پر مورتی پوجن مبنی ہے۔ اور اس کی توضیح سے پورانیں بھری پڑی ہیں۔ جو اس طرح

مورتی پوجن کرتے ہیں۔ وہ روحانیت کے مدارج اعلےٰ پر پہنچ جاتے ہیں۔ اور مورتی پوجن کا کھنڈن کرنے والے یعنی روحانیت کے رموز سے ناواقف بت شکن اُسی دلدل میں پھنسے رہتے ہیں جن میں وہ اب ہیں +

یہاں سوال یہ اُٹھتا ہے۔ کہ سَم یم یعنی دھارنا دھیان سمادھی بھی محض سادھن ہی ہیں۔ ان کا ذکر یوگ کے باقی پانچ انگوں کے ساتھ دوسرے ہی باب میں کیوں نہیں کیا گیا۔ اس کا جواب دیتے ہیں +

سوتر ۷ ۔ پہلے سادھنوں کے اعتبار سے یہ تینوں اندرونی یعنی انتر نگ ہیں +

پہلے پانچ سادھن یعنی یم نیم آسن پرانا یام اور پرتیاہار سب سم یم کے اعتبار سے بیرونی یا کم وقعت کے سادھن ہیں۔ اور ان کے اعتبار سے سم یم اندرونی یا زیادہ باوقعت سادھن ہے۔ وجہ اوپر بیان ہو چکی ہے۔ کہ یہ چیت برتی نرودھ سے جو یوگ کی انتہائی غرض ہے قریب تر ہے۔ اور باقی پانچوں اس غرض کے پورا کرنے کے واسطے دور سے ہی مدد دیتے ہیں۔ سم یم بھی اپنے سے اوپر کے درجے کے لحاظ سے بیرونی سادھن ہے وہ اوپر کا درجہ کیا ہے۔ اس کا جواب دیتے ہیں +

سوتر ۸ ۔ نربیج سمادھی کے لحاظ سے یہ بھی بیرونی یا دہرنگ سادھن ہے +

یہ بھی یعنی سم یم گو پہلے پانچ سادھنوں کے لحاظ سے انترنگ سادھن ہے۔ لیکن اس سے آدمی وہی سمادھی کی حالت بہم پہنچاتا ہے جس میں کسی شے کا سہارا درکار ہے۔ سہارا ہمیشہ صورت کا ہوا کرتا ہے جس کا گیان بنا رہتا ہے۔ اور یہ بیج سہارے کے درخت کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔

بحث پہلے باب میں مفصل آچکی ہے۔ اس واسطے اس نربیج والی یعنی سمپرگیات
سمادھی سے اوپر چڑھکر بے سہارے والی سمادھی کی حالت بہم پہنچانی ضروری
ہے۔ یہ اسمپرگیات یا نربیج سمادھی ہے۔ جس کے اعتبار سے سمپرگیات کا
سادھن سمیم بیرونی سادھن ہی ٹھہرتا ہے۔ یوگ کا اندرونی یا انترنگ سادھن
اسمپرگیات یا نربیج سمادھی ہے۔ جس سے نرودھ کی حالت بہم پہنچتی ہے یہاں
سے نرودھ کا ذکر شروع ہوتا ہے +

۲۔ نرودھ کا بیان

انضباط

سوتر ۹۔ نرودھ چت کا وہ پرنیام ہے کہ اٹھان اور نرودھ
کے سنسکاروں کا جو دبنا اور ابھرنا ہے ان میں سے نرودھ کے
انضباط
لمحے میں چت کا ٹھیراؤ ہو +

اٹھان کی حالت کی برتیاں کشپت۔ موڑھ اور وکشپت ہیں (دیکھو پہلے
باب کا دوسرا سوتر) نرودھ چت کی وہ حالت ہے۔ کہ ستو کا غلبہ ہو۔ اور
سب برتیاں یعنی کیفیات کا دمبدم اٹھنا بند ہو جائے۔ یہ اٹھان اور نرودھ
کی برتیاں ظاہر ہے۔ کہ چت میں اٹھ اٹھ کر مٹیں گی۔ سنسکار پیچھے چھوڑینگی
ایک لمحے میں اٹھان کے سنسکار دب جائیں گے۔ اور نرودھ کے ابھر
آئیں گے۔ دوسرے میں نرودھ کے دب جائیں گے اور اٹھان کے ابھر
آئیں گے۔ سوتر کا مطلب یہ ہے۔ کہ جس لمحے میں نرودھ کے سنسکار
غلبے پر ہیں۔ یعنی ابھر رہے ہیں۔ اس وقت جو چت کی حالت ہے۔ وہ
نرودھ کہلاتی ہے۔ اس کا پھل بتاتے ہیں +

سوتر ۱۰۔ چت کا بہاؤ ان سنسکاروں کی وجہ سے شانتی
چت کا بہاؤ عادت سے شانتی کے ساتھ جاتا رہے

کے ساتھ ہوتا ہے ÷

مطلب یہ ہے - کہ کشیپت - موڑھ - وکشیپت برتیاں جو اپنے سنسکاروں کی وجہ سے لہروں کی طرح چت میں اٹھتی رہتی ہیں - اور ان کا طوفان خیز دریا سا بہتا رہتا ہے - وہ پریشانی و اضطراب پیدا کرتا ہے - انکے سنسکاروں کو دبایا جائے - اور بار بار کی مشق سے نرودھ کے سنسکار پیدا کئے جائیں نتیجہ شانتی ہوگا - اسی کو دھرم پرنیام کہتے ہیں - جس کی تعریف سوتر ۱۰ میں دی ہوئی ہے - یہی بھاو اسمپرگیات یا نربیج سمادھی ہے - چنانچہ کہتے ہیں ÷

سوتر ۱۱ - وکشیپ کا دبنا اور ایکاگرتا کا ابھرنا چت کا سمادھی پرنیام ہے ÷

وکشیپ کے معنے ہیں اضطراب یا چنچلتا جو چت کو اسمپرگیات سمادھی لگانے نہیں دیتی - بلکہ مجبور کرتی ہے کہ اور شکلیں اختیار کرے - ایکاگرتا کا یہ مطلب ہے - کہ چت بس ایک طرف لگا رہے - ادھر ادھر نہ جانے پائے اس اضطراب کا دبا رہنا کہ چت اور شکل اختیار کرنے نہ پائے - بلکہ ایکاگر کی حالت میں رہے - اسمپرگیات سمادھی کہلاتی ہے - یہاں وکشیپ معمولی صورتوں میں نمایاں نہیں ہوتا - بلکہ بیج روپ سے رہتا ہے - اسی کا نام اشمتا ہے - جو سنسار کے درخت کا بیج ہے - اور جس میں ہر ایک شکل پیدا کرنے کی طاقت ہے - اسی واسطے سوترکار نے اس کو سروارتھتا یعنی سب چیزوں کی شکل اختیار کرنے والا بھاو کہا ہے - اسمپرگیات سمادھی میں اس کو دبانے کے لیئے اور ایکاگرتا پیدا کرنے کے واسطے کوئی سہارا درکار نہیں ہے - بلکہ بے سہارے چت ایکاگر رہتا ہے - اسی درجے

کو لکشن پرنیام کہتے ہیں - جس کا ذکر سوتر ۱۳ میں آئیگا - اس سوتر میں چونکہ ایکاگرتا کا ذکر آیا ہے - اس کی تشریح کرتے ہیں +

سوتر ۱۲ - دبی ہوئی اور اُبھری ہوئی دونوں حالتوں کا یکساں علم ہوتا چت کا ایکاگرتا پرنیام ہے +

یہ سوتر بتاتا ہے - کہ اسمپرگیات سمادھی میں چت کی کیا حالت ہوتی ہے - وکشیپ کے سنسکاروں کا دبنا اور نرودھ کے سنسکاروں کا ابھرنا کو کہنے میں دو باتیں آتی ہیں - لیکن اسمپرگیات سمادھی لگنے کے وقت ایک ہی گیان میں یکساں جانی جاتی ہیں - اس کو اوستھا پرنیام بھی کہتے ہیں - چت کی اوستھا یا حالت اوّل بدلتی ہے - یعنی برتّیاں اختیار کرنے کی بجائے نرودھ کی حالت بہم پہنچتی ہے - دوسرے ساتھ ہی چت کے اصلی سروپ کا گیان ہوتا ہے - اور یہ دونوں عمل ساتھ کے ساتھ ہوتے ہیں - گویا ایک ہی گیان ہے جسے یکساں کا نام دیا گیا ہے - ان تینوں سوتروں میں بات ایک ہی بتائی گئی ہے یعنی نرودھ میں چت کی حالت - لیکن سمجھانے اور ذہن نشین کرانے کے واسطے تین طرح سے اُسے بیان کیا ہے +

چت کے تین پرنیام اوپر کے سوتر میں بیان کئے گئے ہیں - یعنی دھرم پرنیام لکشن پرنیام اور اوستھا پرنیام - انہیں تینوں کی نسبت اب یہ بات بیان کرتے ہیں کہ اور چیزوں میں بھی یہی تین قسم کے پرنیام ہوا کرتے ہیں +

۳ - دھرم اور دھرمی کا بیان

× سوتر ۱۳ - اسی سے مہا بھوت اور اندریوں میں دھرم پرنیام - لکشن پرنیام اور اوستھا پرنیام کی تبدیلیاں سمجھ

× اسی سے مہا بھوت اور اندریوں میں صورت وقت اور حالت کی تبدیلیاں سمجھنی چاہئیں

لینی چاہئیں ॥

جس طرح چت کے بیان میں مرقوم ہوا ہے کہ نرودھ کی حالت میں ٹھیراؤ اس کا دھرم پرنیام ہے۔ سمادھی لکشن پرنیام ہے۔ اور ایکاگرتا اوستھا پرنیام ہے۔ اسی طرح دھرم۔ لکشن اور اوستھا کے پرنیام مہا بھوتوں اور اندریوں غرض ہر ایک چیز کے ہوتے رہتے ہیں۔ چونکہ سوترکار کو یوگ کی سدھیاں بیان کرنی ہیں۔ اور ان کا دارومدار چیزوں کی انہیں تبدیلیوں پر یا پرنیاموں پر ہے۔ اس واسطے تمہیداً سانکھیہ فلسفے کا بڑا بھاری پرنیام کا اصول پہلے بیان کرتے ہیں تاکہ آیندہ دقت پیش نہ آئے ॥

دھرم پرنیام وہ کہلاتا ہے۔ کہ قیام پزیر دھرمی کا پہلا دھرم ہٹ جائے اور اس کی جگہ دوسرا دھرم نمایاں ہو۔ جس طرح مٹی ایک دھرمی ہے اور فی الحال اس میں پنڈ کی صورت یا دھرم ہے۔ اس کو چھوڑ کر وہ گھڑے کی صورت اختیار کرے تو یہ دھرم پرنیام کہلائیگا۔ یعنی اس کا ایک دھرم بدل گیا۔ اور اس نے دوسرا اختیار کر لیا۔ لکشن پرنیام یہ کہلاتا ہے۔ کہ چیز کو ماضی حال یا مستقبل زمانے کے لحاظ سے دیکھا جائے۔ ظاہر ہے کہ چیز کا لکشن یا تعریف زمانے ہی کے لحاظ سے ہو سکتی ہے۔ مثلاً گھڑے کا مستقبل صورت کو اختیار نہ کرکے موجودہ صورت زمانہ حال میں دھارن کئے رہنا۔ یا زمان ماضی کی اپنی پہلی صورت چھوڑ کر موجودہ صورت میں ظاہر ہونا۔ آخری صورت اوستھا یعنی حالت کا پرنیام ہے۔ اسی میں چیز پختگی کی حالت کو پہنچتی ہے۔ یا اُس میں زوال شروع ہو جایا کرتا ہے۔ اور وہ اس حالت میں نہیں رہنے پاتی۔ یہ تین پرنیام ہیں جو ہر ایک چیز کے ہوا کرتے ہیں۔ یعنی اس کا دھرم بدلتا ہے۔ لکشن بدلتا ہے اور اوستھا بدلتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ غیر متبدل چیز کیا ہے جس میں یہ تبدیلیاں

ہوتی ہیں - اس کا جواب دیتے ہیں +

سوتر ۱۴ - غائب - حاضر اور مستقبل دھرموں میں قایم رہنے والی چیز دھرمی ہے +

غائب وہ دھرم ہیں - جو اپنا کام کر کے اب شانت ہو گئے اور نہیں ہے حاضر یا موجود وہ دھرم ہیں - جو اس وقت اپنا کام کر رہے ہیں - مستقبل دھرم وہ ہیں - جن کے ذریعے سے چیز آیندہ اور شکلیں اختیار کرے گی - اس وقت وہ محض حالت بالقوے میں ہیں - غرض یہ دھرم ہیں کہ بدلتے رہتے ہیں - لیکن ضروری امر ہے - کہ سہارے کے واسطے کوئی نہ بدلنے والی چیز ان بدلنے والے دھرموں کے پیچھے موجود ہو - ایسی چیز نہ مانی جائے گی تو تبدیلی کا علم ہی ناممکن ہوگا - جہاں محض تبدیلی ہی تبدیلی ہے غیر متبدل چیز کوئی ہے نہیں - جس سے تبدیلیوں کا اندازہ کیا جا سکے - وہاں تبدیلی محسوس ہی نہیں ہو سکتی یہ نہ بدلنے والی چیز دھرمی ہے - تبدیلی جتنی ہے محض صورت میں ہے - دھرمی میں نہیں - ہر ایک تبدیلی میں دھرمی جوں کا توں رہا کرتا ہے - مثلاً سونے کو لیجئے - ڈلے میں وہی سونا ہے - اس کی صورت بدل کر کڑے بنے - ان میں وہی سونا ہے - کڑے کی صورت بدل کر کچھ اور زیور بنا - اس میں جوں کا توں وہی سونا رہا - غرض سونے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی - محض صورتوں میں تبدیلی ہوئی ہے - دھرموں یا گنوں کی تبدیلی پرنیام کہلاتی ہے - بدلتے گن ہیں - دھرمی یا پرکرتی سونے کی طرح سب میں ایک رہتی ہے - پرکرتی نہیں بدلتی - یہ سانکھیہ کا پرنیام واد ہے - ان تبدیلیوں کا باعث کیا ہے اُسے بیان کرتے ہیں +

سوتر ۱۵ - صورتوں کے بدلنے کا سبب ترتیب کا بدلنا ہے +

جو دھرم اوپر بیان ہوئے - ان کے بدلنے کا باعث محض تبدیلئے ترتیب ہے - ترتیب کی صورت مندرجہ ذیل مثال سے بخوبی ذہن نشین ہو جائے گی مٹی کا ڈھیلا اب ایک خاص صورت میں ہے - اُسے توڑ کر کوٹا - یہ دوسری ترتیب ہوئی - کوٹ کر پانی ملایا - یہ تیسری ترتیب ہے - پانی ملا کر پنڈ بنایا - یہ چوتھی ترتیب ہے - پنڈ سے چاک پر گھڑا اتارا - یہ پانچویں ترتیب ہے -

دیکھو مختلف اوقات میں ترتیبیں مختلف رہی ہیں - ہاں اس مثال میں آدمی کا ہاتھ ترتیب بدلنے میں مدد دے رہا ہے - کارخانہ قدرت میں ہر دم تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں - کسی شئے کو ایک حالت پر دم بھر قیام نہیں ہے - پرنیام سے دمبدم صورتیں بدلتی رہتی ہیں - اور اس پرنیام کی تہ میں تبدیلئے ترتیب ہے یہ مت چھن بگیان وادی کے مت سے جدا چیز ہے - بگیان وادی بھی دمبدم کی تبدیلی مانتا ہے - لیکن اس کے ہاں تبدیلی ہی تبدیلی ہے - اور وہ بھی گیان کی یا گیان میں اُدے ہونے والی صورتوں کی - غیر متبدل چیز کوئی نہیں مانی گئی ہے - سانکھیہ اور یوگ میں بدلتے گُن ہیں - پرکرتی ویسی کی ویسی ہی رہتی ہے +

ان تینوں صورتوں میں یہ بتایا گیا ہے - کہ کرم یعنی ترتیب بدلنے سے چیز اور صورت میں نمایاں ہوتی ہے اور اس کو پرنیام کہتے ہیں - ہر چیز میں لاانتہا پرنیام بدلنے کی قوت موجود ہے - اس واسطے وہ بدل کر کچھ کی کچھ بن سکتی ہے - کچھ جائے تعجب و حیرت نہیں ہے - اس سے نتیجہ یہ مستخرج ہوتا ہے کہ چت جب سم یم میں کمال حاصل کرے - تو وہ بدل کر چاہے جونسی شکل اختیار کر سکتا ہے اور جو شکل اختیار کرے - ظاہر ہے - کہ اسی طبقے کی شکلوں کے ساتھ ہم آہنگی پیدا ہوگی - اس صورت میں یوگی ہر طبقے میں گیان ہی حاصل

نہیں کر سکیگا۔ بلکہ اُسی طبقے کی شکلوں کی طرح کام کر سکیگا۔ اسی گیان اور اور کام کرنے کی طاقت کو سدّھی کا نام دیا جاتا ہے۔ چنانچہ سم یم سے جو مختلف سدّھیاں حاصل ہوتی ہیں ان کا بیان شروع کرتے ہیں۔ بعض سدّھیاں ایسی ہیں۔ جو بیرونی بشئیوں پر سم یم کرنے سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور بعض اندرونی بشئیوں پر۔ اوّل بیرونی سدّھیوں کو لیتے ہیں +

۴۔ بیرونی سدّھیاں

سوتر ۱۶ ۔ تینوں پرنیاموں پر سم یم کرنے سے ماضی و مستقبل کا گیان ہوتا ہے +

تینوں پرنیام وہی دھرم پرنیام۔ لکشن پرنیام اور اوستھا پرنیام ہیں۔ فرض کرو کسی چیز کا زمان ماضی کا حال دریافت کرنا ہے۔ کہ کیا صورت رکھتی تھی۔ یوگی اس کی موجودہ صورت سم یم کے ذریعے اپنے چِت کو دیتا ہے۔ چونکہ پچھلی صورتوں کے سنسکار موجودہ صورت میں مخفی ہیں۔ ان پر دھیان جمانے سے چیز کی گذشتہ صورت گیان میں آئے گی۔ اور اس کا علم ہو جائیگا اسی طرح چونکہ مستقبل صورتیں موجودہ صورت میں بالقوےٰ موجود ہیں۔ اس بالقوےٰ حالت پر سم یم کرنے سے مستقبل صورت کا گیان ہو سکتا ہے +

سوتر ۱۷ ۔ لفظ معنے اور گیان ایک دوسرے کے ادھیاس سے مخلوط رہتے ہیں۔ تینوں پر علیحدہ علیحدہ سم یم کرنے سے تمام جانوروں کی آوازوں کا گیان ہوتا ہے +

لفظ شبد کا ترجمہ ہے۔ شبد کے دو معنے لئے جاتے ہیں۔ ایک تو شبد وہ ہے۔ جس کا قوت سامعہ سے علم ہوتا ہے۔ جس میں حروف کی خاص ترتیب

ہوتی ہے - اور جس کے معنی خاص ہوا کرتے ہیں - دوسرے شبد معنے سپھوٹ کے ہیں - اس میں حروف کی ترتیب وغیرہ کے معنے نہیں لئے جاتے بلکہ شبد اُسے سمجھا جاتا ہے جو معنے سے صورت ذہن میں آتی ہے - اسے ایک قسم کا الہام سمجھنا چاہئے - جو حروف کی ترتیب اور آواز سے ظہور پذیر ہوتا ہے - نتیہ یعنی دوامی مانا جاتا ہے - آوازیں اس کے اظہار کے اوزار ہیں - اسے پیدا نہیں کرتیں - دونوں صورتوں میں تین چیزوں کی ضرورت ہے - خاص آوازیں جن کی ترتیب سے لفظ بنتا ہے - اس لفظ کے خاص معنی جن میں جنس - خواص اور فعل شامل ہیں - ان معنوں کا خاص گیان جو چت کو ہوتا ہے - سب آدمی ان تینوں باتوں پر دھیان نہیں دیا کرتے - مثلاً لفظ گائے کو لیجیے - کون سوچنے بیٹھتا ہے - کہ یہ لفظ گ ا ے حروف کی اس خاص ترتیب سے بنا ہے - اس کے معنے فلاں جنس کے جانور کے ہیں - جس کے یہ خواص اور یہ کام ہیں - اور اس لفظ کے کان میں پڑنے اور ذہن میں بیٹھنے سے چت میں یہ برتی اُدے ہوئی ہے - یوگی ان تینوں کو مخلوط کر کے ادھیاس یا دھوکے میں نہیں پڑتا - بلکہ تینوں کو علیحدہ علیحدہ چیزیں سمجھتا ہے - اور اُن پر سمیم کر کے ہر ایک جانور مثلاً چرند - پرند - درند وغیرہ کی آواز سمجھ سکتا ہے - اصول یہ ہے - کہ خاص جانور کی خاص آواز سے جو معنی وہ جانور خود لیتا ہے اور جو برتی اس جانور کے چت میں پیدا ہوتی ہے - یوگی اپنے چت کی وہی حالت بنا کر علم حاصل کر لیتا ہے *

سوتر ۱۸ - سنسکاروں پر سمیم کرنے سے پہلے جنموں کا گیان ہوتا ہے *

چت میں سنسکار دو طرح کے ہوا کرتے ہیں - ایک تو موجودہ زندگی

میں روزمرہ ہمیں جن باتوں کا گیان ہوتا رہتا ہے - وہ گیان اپنے سنسکار چھوڑتا ہے - اور ان پر حافظہ اپنا عمل کر کے وقت ضرورت حاضر کر دیتا ہے یہ درشٹ سنسکار کہلاتے ہیں - دوسرے اورشٹ سنسکار ہیں - کہ جو پُن پاپ - دھرم ادھرم جنم جنمانتروں میں کئے ہیں - وہ سوکشم روپ سے سنسکاروں کی صورت میں چت میں رہتے ہیں - ان پچھلوں پر سمیم کرنے سے گیان ہو سکتا ہے - کہ یہ سنسکار فلاں فلاں کرموں کے ہیں - اور مجھ کرم کرنے والے کی یہ جُون تھی +

سوتر ۱۹ - علامات پر سمیم کرنے سے اوروں کے من کا گیان ہوتا ہے +

بعض علامات کی جگہ خیالات پڑھتے ہیں - طریق یہ ہے - کہ اگر کسی شخص کے چت کی صورت یوگی اپنے چت کی صورت کیا چاہتا ہے - تو اوّل کوئی نہ کوئی علامت دیکھنی پڑتی ہے - مثلاً چہرہ کی حالت - اگر وہ شخص موجود نہیں ہے - اور اپنا جانا پہچانا ہے تو اس کی صورت - اگر ناواقف ہے - تو اس کا کوئی کپڑا یا بال یا تصویر وغیرہ - اس سہارے سے اوّل اس شخص کی صورت ذہن میں آئے گی - بعد میں آثار چہرے سے چت کا رنگ کھُلیگا - کہ راگ والا ہے یا بیراگ - اس طرح یوگی کا چت اس شخص کے چت کی صورت اختیار کریگا - لیکن اس سے اس شخص کے خیالات کا انکشاف نہیں ہوگا - چنانچہ کہتے ہیں +

سوتر ۲۰ - خیالات کا گیان نہیں ہوگا - کیونکہ وہ اس وقت سمیم کا بشے نہیں ہیں +

گیان اُسی چیز کا ہوگا جس پر سمیم کیا جائے گا - چونکہ سمیم صرف اس

بات پر کیا گیا تھا کہ یوگی کا چت دوسرے آدمی کے چت کی صورت اختیار کرے۔ وہ اس نے کر لی۔ اور بس۔ ہاں خیالات کا گیان حاصل کرنا ہے۔ تو وہ خیالات پر سم یم کرنے سے حاصل ہو سکے گا۔ طریق یہ ہے کہ یوگی کا چت اوّل دوسرے آدمی کے چت کی صورت اختیار کرے۔ اور پھر اس بات پر سم یم کرے۔ کہ اس چت میں کیا خیالات اُٹھ رہے ہیں۔ جیسا خیالات کے پڑھنے میں آج کل کے مسمرزم والے کرتے ہیں۔ اب اور سدّھی بیان کرتے ہیں +

سوتر ۲۱۔ جسم کی صورت پر سم یم کرنے سے چونکہ دیکھے جانے کی طاقت معطّل ہو جاتی ہے۔ اور چشم و روشنی میں تعلّق نہیں رہتا۔ غائب ہونے کی طاقت بہم پہنچتی ہے +

کسی شے مثلاً کسی کے جسم کا گیان آدمی کو اس طرح ہوا کرتا ہے۔ کہ جسم سے روشنی کی شعاعیں نکلتی ہیں جو ستوگن کا خاصّہ ہے۔ اسی طرح دیکھنے والے کی آنکھ چونکہ ستوگن کا کاریہ ہے۔ اس میں سے بھی اُسی قبیل کی روشنی کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ دونوں طرف کی شعاعوں کا جب میل ہوتا ہے۔ تو آنکھ میں جسم کی تصویر پہنچتی ہے۔ اور گیان ہوتا ہے۔ کہ میں نے فلان کا جسم دیکھا۔ یوگی اپنے جسم پر سم یم کرنے سے روشنی کی شعاعیں باہر جانے نہیں دیتا۔ اس واسطے دیکھنے والے کی آنکھ اور یوگی کے جسم کا تعلق نہ رہا گویا دیکھے جانے کی قابلیت نہیں رہی۔ پس دیکھنے والوں کی نظروں سے وہ سامنے بیٹھا ہوا بھی غائب رہیگا۔ اسی پر اور حواسوں کے عمل مثلاً سننے وغیرہ کو قیاس کر لینا چاہئے +

سوتر ۲۲۔ کرم جلدی پھل دینے والے اور دیر میں پھل

دینے والے ہوتے ہیں۔ اُن پر سم یم کرنے سے موت کے وقت کا علم ہوتا ہے۔ نیز شگون سے بھی +

تمام کرموں کے سنسکار چت میں رہتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں۔ کہ جلد تر پھل دینے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ اور بعض دیر میں۔ ان سنسکاروں پر سم یم کرنے سے چونکہ ان کے پھل دینے کے وقت کا علم ہوگا۔ موت کے وقت کا علم آسانی سے ہو سکتا ہے۔ کیا وجہ کہ یہ معلوم ہوگیا کہ کرم کب تک پھل دیتے رہیں گے۔ اور کب پھل دینے بند ہو جائیں گے تو دوسرے لفظوں میں اس کے یہی معنے ہیں۔ کہ کب تک جسم قایم رہیگا۔ اور کب گر جائیگا +

شگون تین طرح کے ہوا کرتے ہیں۔ "ادھیاتم" یعنی متعلق جسم مثلاً کان بند کرنے پر بھی جھنجر اگنی کا شبد سنائی نہ دینا۔ "ادھی بھوتک" یعنی بیرونی جیسے کسی بھیانک صورت کا اچانک نظر آجانا۔ "ادھی دیوک" یعنی قوائے قدرت، دیوتاؤں اور اونچے لوکوں کے متعلق۔ مثلاً جیسے جی بہشت و دوزخ کے نظاروں کا نظر کے سامنے سے گزرنا۔ یہ اور اسی قسم کے بہتیرے شگون موت کی علامات سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان سے ہندوؤں میں مرد و زن واقف ہیں۔ لیکن سب کو جو ان شگونوں سے گیان ہوتا ہے وہ معمولی ہے اور شک و شبہ سے کبھی خالی نہیں۔ یوگی سم یم کے ذریعے سے پرتکش دیکھ لیتا ہے کہ فلاں شگون میری موت بتاتا ہے یا کسی اور کی ؛

سوتر ۲۳۔ ہم آہنگی وغیرہ پر سم یم کرنے سے طاقتیں پیدا ہوتی ہیں +

محبت

ہم آہنگی۔ رحم۔ خوشی اور بے پروائی کا بیان پہلے باب کے سوتر ۳۳

میں آچکا ہے۔ اسی واسطے یہاں ہم آہنگی وغیرہ کہا گیا۔ ان پر سم یم کیا گیا تو
تو ان کے متعلق حاوی کُل طاقتیں پیدا ہوں گی۔ مثلاً یوگی ہم آہنگی یا
محبت پر سم یم کرے گا۔ تو جس وقت جس کا دل چاہیگا اپنی طرف کھینچ لیگا۔
یا سب اُس کو نگاہ عشق و محبت سے دیکھیں گے۔ اسی پر رحم د خوشی کو قیاس
کر لینا چاہیئے۔ بے پروائی پر سم یم کرنی لاحاصل ہے۔ کوشش یہ ہونی چاہیئے
کہ بُرے بھی سُدھریں۔ ہاں اس سم یم سے یہ فائدہ ضرور ہے۔ کہ بُرے لوگ
یوگی کو اذیت نہیں پہنچا سکیں گے۔ چونکہ اس سوتر میں طاقتوں کا ذکر ہے
اسے اور کھولتے ہیں +

سوتر ۲۴۔ طاقتوں پر سم یم کرنے سے ہاتھی وغیرہ کا زور
بہم پہنچتا ہے +

ہاتھی۔ شیر وغیرہ کی طاقت یا ہوا وغیرہ کے زور پر یوگی سم یم کرے گا۔
تو وہی حاصل ہو جائیگا۔ چت کی بھاونا چونکہ اس طاقت کی ہے۔ سم یم سے
چت اس طاقت روپ ہو جائے گا۔ اور اسی طاقت کے کام یوگی کرنے
لگے گا +

سوتر ۲۵۔ پُر نور حالت نفس پر سم یم کرنے سے لطیف۔
مخفی اور دُور کی چیزوں کا گیان ہوتا ہے +

پُر نور اور بے رنج حالت نفس کا ذکر پہلے باب کے سوتر ۳۶ میں ہو چکا
ہے۔ اس پر سم یم کیا جائے گا۔ تو چونکہ انتہ کرن کے ستو کا پرکاش ہو گا۔
اُس کے جاننے میں لطیف شے مثلاً پرمانو۔ مخفی چیزیں مثلاً زمین میں مدفون
خزانے۔ دُور کی چیزیں مثلاً غیر ملکوں کے حالات منکشف ہونے لگیں گے +

سوتر ۲۶۔ سورج پر سم یم کرنے سے لوکوں کا گیان۔

ہوتا ہے ✣

اوپر کے سوتر میں جس پرکاش پر سم یم کا ذکر ہے۔ وہ چت کے ستو کا پرکاش ہے۔ اس واسطے اس سے لطیف اشیوں کا علم ہوگا۔ اس سوتر میں بھوتک یعنی مادی پرکاش کا بیان ہے۔ اس پر سم یم کرنے سے مادی لوکوں کا حال منکشف ہوگا۔ کہ کس مادے کے بنے ہیں۔ کیسی اُن میں مخلوقات ہے۔ ہمارے کرے سے کیا فرق ہے۔ کیا کیا بھوگ ملتے ہیں ویاس جی مہاراج نے یہاں ساتوں لوکوں یعنی بھُور۔ بھُوور۔ سوَر۔ مہر۔ جن۔ تپ۔ ستیہ کا حال دیا ہے۔ لیکن میں چونکہ اپنی کتاب چہل درویش اور فلسفہ گیتا میں اس مضمون کی تشریح کر چکا ہوں۔ یہاں لکھنا مناسب نہیں سمجھا ✣

سوتر ۲۷۔ چاند پر سم یم کرنے سے تاروں کا گیان ہوتا ہے ✣

سورج پر سم یم کرنے میں تاروں کا ذکر اس واسطے نہیں کیا کہ سورج کی روشنی میں تارے نہیں ٹھیرا کرتے۔ ہاں چاند کے ساتھ تارے ہیں۔ اس واسطے چاند پر سم یم کرنے سے تاروں کا گیان کہا گیا ✣

سوتر ۲۸۔ قطب پر سم یم کرنے سے اس کی حرکت کا گیان ہوتا ہے ✣

قطب یعنی دھروتارا بے حرکت مانا جاتا ہے۔ آج کل کے سائنس نے تحقیقات کیا ہے۔ کہ یہ بھی حرکت کرتا ہے۔ لیکن وہ حرکت ایسی ہے۔ کہ ہزاروں سال میں بھی درجہ احساس کو نہیں پہنچتی۔ ہمارے یوگیوں نے سم یم کے ذریعہ سے یہ نکتہ پہلے ہی حل کر لیا تھا۔ اس سوتر کے یہ معنے بھی

کیئے جاتے ہیں۔ کہ دھرو پر سم یم کرنے سے ان کی یعنی ستاروں کی حرکت کا گیان ہوتا ہے۔ کہ یہ تارا اب یہاں ہے۔ اب فلاں راشی پر گیا۔ وغیرہ وغیرہ +

باہر کی سدھیاں بتا کر اب بھگوان سوتر کار اندرونی سدھیوں کا بیان شروع کرتے ہیں +

۵۔ اندرونی سدھیاں

سوتر ۲۹۔ نابھی چکر پر سم یم کرنے سے نظام جسم کا گیان ہوتا ہے +

چکروں کا بیان ہم دوسرے ادھیائے میں کر آئے ہیں۔ نابھی چکر کو سولہ پھنکھڑی والا پہیا بتاتے ہیں۔ اس پر سم یم کرنے سے جسم کے انتظام کا گیان ہوتا ہے۔ کہ اس میں رس۔ دھاتو ناڑیاں وغیرہ وغیرہ کہاں کہاں اور کیسی کیسی ہیں۔ چونکہ یہ مرکزی مقام ہے۔ اس واسطے مدار بدن ہے۔ یہاں سم یم کرنے سے تمام نظام جسم کا حال منکشف ہو سکتا ہے +

یہ معنی بھگوان دیاس بھی کرتے ہیں اور بھوج دیو بھی۔ میں نے نیائے اور ویدانت کی بعض کتابوں میں اس سوتر کے معنے اور طرح بھی لکھے دیکھے ہیں جو ناظرین کی آگاہی کے واسطے لکھتا ہوں۔ جس لفظ کا ترجمہ نظام کیا گیا ہے۔ وہ "ویوہ" ہے۔ جس کے معنے سموہ یا گروہ کے ہیں۔ پس سوتر کے معنے یہ ہوتے ہیں۔ کہ نابھی چکر پر سم یم کرنے سے یوگی کو جسموں کے گروہ کا گیان ہوتا ہے۔ برہما جو جگت کا کرتا ہے وشنو کی نابھی کمل سے نکلتا ہے۔ اسی طرح یوگی یہاں سم یم کر کے بہت سے شریر رچ لیتا ہے۔

جس طرح خواب کے عالم میں ناظر خواب رچ لیتا ہے - ان کے ذریعے سے ایک ہی وقت میں اپنے تمام کرموں کا پھل بھوگ کر اور انہیں ختم کر کے موکش کا ادھکاری بن جاتا ہے - ناظرین کو اختیار ہے چاہے جونسے معنے لگائیں +

سوتر ۳۰ - حلقوم کے گڑھے میں سم یم کرنے سے بھوک پیاس نہیں ستانے پاتی +

زبان کی جڑ کے نیچے یہ گڑھا ہے - اسی سے پران وایو ٹکراتا ہے - تو بھوک پیاس لگا کرتی ہے - لہذا اس پر سم یم کرنے سے بھوک پیاس نہیں ستاتی - میرے ایک مرحوم دوست جو نیک کمائی والے یوگ ابھیاسی تھے کہتے تھے - کہ ایک مرتبہ انہوں نے سات روز بھیم برت رکھا - تیسرے روز پیاس کی اذیت نے ستایا تو بیٹھ کر دھیان لگانے لگے - بعینہ ایسا محسوس ہوتا تھا - کہ نہایت ہی شیریں شربت کی بوندیں حلق میں ٹپک رہی ہیں +

سوتر ۳۱ - کچھوا ناڑی میں سم یم کرنے سے استقلال نصیب ہوتا ہے +

یہ ناڑی حلقوم کے گڑھے کے نیچے ہے - اور اس میں اسی نام کا پران رہتا ہے جسے کورم پران کہتے ہیں اور جس کا خاص کام ہے اس پر سم یم کرنے سے پست کایا جسم کا قیام وا استقلال نصیب ہوتا ہے +

سوتر ۳۲ - کھوپری کی روشنی پر سم یم کرنے سے سدھوں کے درشن ہوتے ہیں +

دونوں بھووں کے بیچ میں سوراخ ہے - اور جسے برہم رندر کہتے ہیں وہاں چمکدار تارا یا روشنی کا چمکارا نظر آیا کرتا ہے - یہ چت کے ستوگاہی پرکاش ہے - جو اس جگہ یہ صورت اختیار کرتا ہے - اس پر سم یم کرنے سے سدھوں یعنی

کامل انسانوں کے درشن ہوتے ہیں۔ جن کے چت کا تم اور رج دھویا گیا ہے اور جن کی شدھ ستو میں نشٹھا ہے +

سوتر ۳۳ ۔ یا کشف سے سب گیان ہو جاتے ہیں +

تمام قسم کے گیان جو اوپر بیان ہوئے صرف ایک چیز پر سمیم کرنے سے بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ کشف ہے جسے سنسکرت میں پرتی بھا یعنی روشنی کہا جاتا ہے۔ اس میں بے علت و سبب۔ اچانک اور یکایک صرف من سے تحقیقی علم ہوا کرتا ہے۔ اسی کو الہام اور وحی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور اسی کو تارک گیان یعنی تار دینے یا نجات بخشنے والا گیان کہتے ہیں۔ یہ پرکرتی اور پرش کے تمیز کے گیان کا پہلا قدم ہے۔ اس پر سمیم کرنے سے ہر چیز کا گیان ہو سکتا ہے +

سوتر ۳۴ ۔ دل پر سمیم کرنے سے چت کا گیان ہوتا ہے +

دل کے آٹھ پتے والے کمل میں انتہ کرن کے ستو کا پرکاش ہے۔ اس واسطے دل پر سمیم کرنے سے اپنے یا اوروں کے انتہ کرن کا گیان ہوتا ہے۔ انتہ کرن ہی کو چت یا من بھی کہتے ہیں +

سوتر ۳۵ ۔ بھوگ۔ دو بالکل الگ الگ چیزوں یعنی ستو اور پرش کی پہچان نہ ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ بھوگ ہمیشہ اور کے واسطے ہوا کرتا ہے۔ اپنے آپ پر سمیم کرنے سے پرش کا گیان ہوتا ہے +

انتہ کرن کا ستو پرکرتی کا کاریہ ہے۔ پرش گیان سروپ اور بالکل نرلیپ ہے۔ ستو بھوگ ہے۔ پرش بھوگتا ہے۔ اس واسطے دونوں بالکل علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ مگر یہ پہچان نہیں ہوتی۔ اور اس پہچان نہ ہونے سے ان

ستو کے کرتاپن سے جو سکھ دکھ پیدا ہوتے ہیں وہ بھوگ نظر آتے ہیں۔
چونکہ بھوگ ہمیشہ اور کے واسطے ہوا کرتا ہے۔ یعنی اس کے واسطے جو چیتن ہے۔ اور ستو جڑ ہے۔ جڑ کے واسطے بھوگ نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے نتیجہ یہ نکلا۔ کہ ستو اور چیز ہے۔ پرش اور چیز ہے۔ پس اپنے آپ پر سمیم کرنے سے پرش کو اپنا گیان ہوگا۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ پرش گیان کا وشے بھی ہوگا اور گیان کا عمل بھی۔ بلکہ دھیان سے پرش اپنے آپ کو جڑ ستو سے تمیز کر کے آخر میں اپنے ذات کا انوبھو کر لیگا اور بس۔ یہ سمیم انجام میں پرش کی تمیز کے درجہ اعلےٰ پر پہنچانے والا سمیم ہے ‡

سوتر ۳۶۔ اس سے نہایت ہی لطیف آواز۔ لمس۔ نظر۔ ذائقہ اور بو کشف کے طور پر پیدا ہوتی ہے ‡

اس درجے پر پہنچکر آدمی کا حال معمولی آدمیوں کا سا نہیں رہتا۔ بلکہ معمولی گیان بھی کشف کے طور پر ہوتا ہے۔ جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اندریوں کے وشے یعنی آواز وغیرہ معمولی نہیں ہوتیں۔ بلکہ کشف یا پرتی بھا سے نہایت ہی لطیف یا دِبیہ ہوتی ہیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ جو شخص پرش اور پرکرتی کی تمیز میں ساعی رہتا ہے۔ اس کی نظر سے ستھول جگت یعنی دنیائے کثیف گر جاتی ہے۔ اور وہ سوکشم یعنی لطیف عالموں کے دھیان میں سرمست رہتا ہے۔ کثرت مزاولت سے اونچے طبقوں یعنی من اور بُدّھی کے لوکوں کے نظارے نظر آنے لگتے ہیں۔ یہاں رنگ صورت اور اور اندریوں کے وشے نہایت ہی لطیف اور دل ربا ہوا کرتے ہیں۔ ان کے مزے وہی جانتا ہے جس نے لئے ہیں۔ بیان میں نہیں آسکتے۔ مگر چونکہ ہنوز پرش کی ستھتی اپنے سروپ میں نہیں ہوئی ہے۔ اس واسطے یہ حالت ہرگز طمع کے لایق نہیں ہے۔ اگلے سوتر میں

وجہ بیان کرتے ہیں +

سوتر ۳۷۔ یہ سمادھی کی الجھن ہیں اور سمادھی سے اُٹھان کی حالت میں سدّھیاں ہیں +

یہ سمادھی کی الجھن اس واسطے ہیں کہ ان مزوں کو لیکر جو خوشی اور حیرت و تعجّب ہوتا ہے۔ وہ سمادھی کی حالت بہم پہنچانے میں خلل انداز ثابت ہوتا ہے۔ آدمی ان مزوں میں پھنس کر سمادھی سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ ہاں اُٹھان کے وقت میں یہ سدّھیاں بے شک ہیں۔ کیونکہ معمولی آدمیوں کی ان تک رسائی نہیں ہے +

سوتر ۳۸۔ اسباب بند کے ڈھیلا ہونے اور نکلنے کی راہ پہچاننے سے چت اور آدمیوں کے جسم میں داخل ہو سکتا ہے +

چت محدود چیز نہیں ہے۔ بلکہ جو چت برہمانڈ میں کام کر رہا ہے اسی کا جزو انسان کا چت ہے۔ محدود اس واسطے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پرانے کرموں یعنی دھرم ادھرم کی وجہ سے اس کا خاص جسم سے تعلّق ہے۔ اور آدمی یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ بس میرا چت اسی جسم میں پیدا ہوا ہے۔ اور موت کے وقت ہی خلاصی ہو گی۔ اس بند کا باعث اس کی ابدیا اور ابدّیا کا نتیجہ کرم ہے۔ سم یم کے ذریعے سے دو باتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک تو کرموں کا بندھن ڈھیلا ہو جاتا ہے دوسرے پرنیکش نظر آنے لگتا ہے۔ کہ جسم میں جو سوکشم ناڑیاں ہیں اُن میں سے کس کس میں شریر کے مختلف رس بہتے رہتے ہیں۔ کس کس میں پران وایو چلتا ہے۔ اور کون کون سی چت کے رستوں کا کام دیتی ہیں۔ ان کی راہ سے وہ کسی مردہ یا زندہ آدمی کے جسم میں اپنا چت داخل کر سکتا ہے۔ اور غیر کے جسم میں اسی طرح کام کر سکتا ہے جیسے اپنے جسم میں روزمرہ کرتا رہتا ہے +

سوتر ۳۹ - اُدان کے جیت لینے سے اُوپر اُٹھنا آتا ہے اور پانی کیچڑ کانٹوں سے بدن نہیں چھوا جاتا ؛

جسے ہم جسم کہتے ہیں۔ اس میں دو چیزیں ہیں - ایک تو مادہ کثیف یعنی گوشت و استخوان وغیرہ - دوسرے قوت لطیف جس سے یہ پنجر قایم ہے - اور جو تمام اعمال جسم سرانجام کو پہنچاتی ہے - مثلاً ہاضمہ وغیرہ - اس قوت کو پران کہتے ہیں - یہ ایک ہے - لیکن جسم کے مختلف حصوں میں رہنے اور مختلف کام کرنے سے اس کے پانچ نام پڑ گئے ہیں - پران - اپان - سمان - اُدان اور ویان - ان میں سے دل سے لگا کر منہ اور ناک تک پران رہتا ہے - اور اس کا کام سانس کو باہر نکالنا ہے - ناف سے لگا کر پاؤں کی انگلیوں تک اپان رہتا ہے - اس کا کام سانس کو اندر لیجانا ہے - سمان ناف کے گرد و پیش رہتا ہے - اور یہ کھانا ہضم کرتا ہے - ناک سے لگا کر سر تک اُدان رہتا ہے اور یہ سر و گردن کو اونچا اُٹھائے رکھتا ہے - ویان تمام جسم میں بھرا ہوا ہے اور اسی سے جسم قایم ہے - جس شخص نے اُدان کو جیت لیا اُس کے کام یعنی اونچا اُٹھانے پر غلبہ پا لیا - وہ اپنے جسم کو اونچا اُٹھا سکتا پانی کانٹوں وغیرہ سے بچ سکتا ہے ؛

سوتر ۴۰ - سمان کے جیت لینے سے جسم نورہی نظر آتا ہے ؛

سمان چونکہ کھانا پچاتا ہے - گویا یہ ایک قسم کی آگ ہے جس میں کھایا ہوا کھانا پکتا ہے - اس کے جیت لینے سے دیکھنے والے کو یوگی ایسا نظر آیا کرتا ہے جیسے نور یا روشنی کا ڈھیر ہے - یہ روشنی سر بھوؤں کے درمیان - اور ناف میں خاص طور پر نظر آیا کرتی ہے - اس کا ابھیاس اس واسطے کیا جاتا ہے

کہ یوگی کو جنگلوں رہنا پڑتا ہے - موذی جانور جو آگ سے بھاگتے ہیں - ستانے نہ پائیں ✣

سوتر ۴۱ - کان اور اکاش کے تعلق پر سم یم کرنے سے لطیف آوازیں سن سکتے ہیں ✣

آکاش شبد تنو ماترا کا کاریہ ہے - اور مادّی نظر سے ہر جگہ ہے - کان شبد یا آواز سننے والی اندریہ ہے - اس لحاظ سے دونوں میں باہمی تعلق ہے اس تعلق پر سم یم کرنے سے یوگی لطیف سے لطیف - مخفی سے مخفی اور دور سے دور کی آواز سن سکتا ہے ✣

سوتر ۴۲ - جسم اور آکاش کے تعلق پر سم یم کرنے سے اور ہلکی چیزوں مثلاً روئی کے ساتھ اتحاد بہم پہنچانے سے اکاش میں چلنا آتا ہے ✣

جسم اور اکاش میں یہ تعلق ہے - کہ چونکہ آکاش ہر جگہ موجود ہے جسم بھی اسی میں رہتا ہے - آکاش مکان ہے اور جسم مکین - ان دونوں کے اس تعلق پر سم یم کرنے سے اور نیز یہ دھیان بہم پہنچانے سے کہ میں روئی سا ہلکا ہوں یوگی آکاش مارگ میں چلنے لگتا ہے - اور جس جگہ یا جس کرے کی سیر کرنی چاہے کر سکتا ہے ✣

سوتر ۴۳ - بیرونی غیر مفروض برتی مہا بدیہا کہلاتی ہے - اس پر سم یم کرنے سے نور کا حجاب دور ہوتا ہے ✣

موں کہ ہم جسم کے اندر سمجھتے ہیں - اور باہر کا بھی جب خیال کرتے ہیں تو اسی جسم کے اندر رہتے والے من کے لحاظ سے کرتے ہیں - یہ تعلق اتھ بنی اور جب یہ محسوس ہونے لگے کہ بے علاقہ جسم من باہر جانے لگا - تو اس [illegible]

کو مہا بدیہا تو کہتے ہیں۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل آدمی خیال ہیں ہی فرض کرے گا۔ کہ من باہر گیا ہے۔ یہ مفروض مہا بدیہا کہلاتی ہے۔ کثرت مشق سے یہ فرض کرنے کا خیال اُٹھ جائے گا۔ اور من واقعی بلا تعلق جسم باہر جانے لگیگا اسے غیر مفروض مہا بدیہا کہتے ہیں۔ اسی سے یوگی جہاں چاہے جا سکتا ہے۔ اور اپنے آپ کو اوروں کی نظر میں عیاں کر سکتا ہے۔ یا چاہے تو اور کی جسم میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس حالت میں وہ جسم سے محدود نہیں رہتا۔ بلکہ چت روپ ہو جاتا ہے۔ اور اسے چت کے سنو کا پرکاش ہوتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ اس کے چاندنے میں کوئی حجاب باقی نہیں رہیگا +

یہ اندرونی سدّھیاں بیان کرکے بھگوان سوترکار اب وہ اُپاسئے یا تجاویز بتاتے ہیں۔ جو آتم درشن میں معاون و مددگار ثابت ہوا کرتی ہیں۔ ان میں سے جن سدّھیوں کا اگلے پانچ سوتروں میں بیان ہے وہ مدھو پرتیک یعنی شہد سی میٹھی سدّھیاں کہلاتی ہیں +

۲۔ مدھو پرتیک یا شہد سی میٹھی سدّھیاں

× سوتر ۴۴۔ کثیف۔ قایم۔ لطیف۔ ساری اور بار ور حالتوں پر سم یم کرنے سے مہا بھوتوں پر فتح نصیب ہوتی ہے +

پانچوں مہا بھوت یعنی عناصر خمسہ پرتھوی جل تیج وایو اور اکاش کی پانچ پانچ حالتیں ہوتی ہیں۔ اوّل کثیف جن سے وہ مخصوص شکلوں میں نمایاں ہوتے ہیں۔ اور ہم انہیں جان سکتے ہیں۔ دویم اُن کی صورت قایم جیسے آگ کی حرارت پانی کا مایع ہونا وغیرہ۔ سویم ان کی صورت لطیف جس میں وہ تنو ماترا روپ ہیں۔ چہارم ان کی صورت ساری یعنی ویاپک جس میں وہ ستو رج تم روپ

× کثیف سے لگ کر ... لطیف مہا بھوتوں پر سیم کرنے سے ... ہی

ہیں۔ اور پنجم ان کی صورت بارور یعنی جس مطلب یا غرض سے اُن کا ظہور ہؤا ہے۔ یہ ان کی آخری اور اصلی صورت ہے۔ انہیں پانچوں حالتوں میں مہا بھوتوں کے موجود ہونے کا امکان ہے۔ اور وہ انہیں میں سے کسی نہ کسی صورت میں ملا کرتے ہیں۔ یہ سانکھیہ کا مسئلہ ہے۔ اس میں چیز پرنیام سے تبدیل ہیئت کرتی ہے۔ نیائے والوں کا جوہر و عرض کا مسئلہ نہیں ہے۔ جس میں جوہر کو تو قایم بالذات چیز مانا گیا ہے۔ اور عرض بدلتے رہتے ہیں۔ سانکھیہ میں مہا بھوت جو کچھ ہیں وہ انہیں پانچوں حالتوں میں رہنے والی چیزیں ہیں اور کچھ نہیں۔ گویا ان کی ماہیت ذاتی بھی پانچ حالتیں ہیں۔ ان حالتوں پر سم یم کرنے سے یوگی مہا بھوتوں پر قدرت حاصل کرتا ہے۔ پہلے ستھول یا کثیف صورت پر قدرت حاصل کرتا ہے پھر بالترتیب اوروں پر۔ چونکہ تمام کائنات انہیں مہا بھوتوں سے ملکر بنی ہے۔ انجام میں حال یہ ہو جاتا ہے۔ کہ جس طرح اپنے پیارے بچھڑے کے پیچھے پیچھے مامتا کی ماری گاے دوڑی دوڑی پھرا کرتی ہے اسی طرح تمام کائنات یوگی کو پیار کرنے لگتی ہے اور اسے ہر طرح کی قدرت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں :-

سوتر ۴۵ ۔ اس سے اینما وغیرہ کا ظہور ہوتا ہے۔ جسم کمال کو پہنچتا ہے۔ اور خوبی ہاے جسم میں زوال راہ نہیں پاتا :-

اس سے یعنی بھوتوں پر فتح نصیب ہونے سے یوگی کو آٹھ سدھیاں بہم پہنچتی ہیں۔ جن کے نام اور خواص ذیل میں درج ہیں۔ (۱) اینما یعنی پرمانو سا چھوٹے سے چھوٹا جسم اختیار کرنے کی طاقت۔ (۲) مہما یعنی اکاش سا بڑے سے بڑا جسم اختیار کرنے کی طاقت۔ (۳) لگھما یعنی روئی سا ہلکے سے ہلکا جسم اختیار کرنے کی طاقت۔ (۴) گریما یعنی پہاڑ سا بھاری سے بھاری جسم

اختیار کرنے کی طاقت۔ (۵)۔ پراپتی یعنی ہر جگہ پہنچنے کی طاقت۔ مثلاً اجسام سماوی کو انگلیوں سے چھو لینے کی قدرت۔ (۶)۔ پراکامیہ یعنی ہر ایک خواہش کے پورا کر لینے کی طاقت۔ (۷)۔ ایشتو یعنی خلقتیں رچنے کی طاقت۔ (۸) وشتو یعنی سب پر حکمرانی کی طاقت۔ ان میں سے پہلی پانچ سِدّھیاں عناصر کثیف پر فتح نصیب ہونے سے پیدا ہوتی ہیں۔ چھٹی ان کی صورت قایم پر سم یم کرنے سے اور باقی دو تنو ماترائوں کے سم یم سے۔ ان آٹھوں کو مہا سِدّھیاں یعنی بڑی بھاری سِدّھیاں بھی کہا جاتا ہے۔ ان سے تکمیل جسم انجام کو پہنچتی ہے جس کا ذکر اگلے سوتر میں ہے۔ اور اس جسم میں جو خوبیاں پیدا ہوتی ہیں ان کا ناش نہیں ہونے پاتا۔ یہ خوبیاں بھی اگلے ہی سوتر میں مرقوم ہیں +

سوتر ۴۶۔ خوبصورتی۔ دلپسندی۔ طاقتوری اور ہیرے کی سی کٹھنائی جسم کے کمال میں داخل ہیں +

جسم کا کمال یہ ہے۔ کہ اس میں مندرجہ ذیل خوبیاں ہوں۔ خوبصورت ہو سب کے دل کو بھائے۔ طاقتدار ہو۔ اور ایسا گٹھیلا اور کٹھن ہو جیسا ہیرا ہوتا ہے۔ یہاں تک جسم پر فتح نصیب ہونے کا بیان ہوا۔ اب اندریوں کے جیتنے کے مضمون کو لیتے ہیں +

سوتر ۴۷۔ ادراک۔ ماہیت۔ من دمائی۔ سرایت اور باروری کی قوت پر سم یم کرنے سے اندریوں پر فتح حاصل ہوا کرتی ہے +

ادراک اسے کہتے ہیں۔ کہ اندریاں بشیوں کی طرف جائیں اور ان کا علم اندر لائیں۔ ماہیت خود اندریوں کا سروپ ہے۔ جو پرکاشاتمک ہے۔ من دمائی اہنکار ہے جس سے یہ گیان ہوتا ہے۔ کہ میں دیکھنے جاننے والا۔ سرایت اور باروری

کی تعریفیں اوپر دیجا چکی ہیں۔ جیسے مہا بھوت پانچ حالتوں میں ملتے ہیں۔ اور وہ پانچوں حالتیں ہی ان کی ماہیت ذاتی ہیں۔ اسی طرح اندریوں کے متعلق جو پانچ رموز اس سوتر میں بیان ہوئے وہ اندریوں کی ماہیت ذاتی ہیں۔ ان پانچوں پر اسی طرح سمیم کرنے سے جس طرح اوپر کے سوتر میں بیان ہوا ہے یوگی اندریوں پر فتح پاتا ہے۔ اس فتح کا نتیجہ اگلے سوتر میں دکھاتے ہیں +

۴۸ سوتر ۴۸۔ اس سے من کی سی تیزی۔ اندریوں کی روک کا نہ ہونا اور پردھان تک کی فتح نصیب ہوتی ہے +

اندریوں پر فتح نصیب ہونے سے یوگی کے بدن میں خیال کی سی سرعت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ ابھی یہاں ہے اور چشم زدن میں لندن پہنچا۔ اندریوں سے بے روک اور بلا وساطت جسم کام لے سکتا ہے۔ اور پردھان یعنی مُول پرکرتی تک جو تمام کائنات کی علت اولے ہے۔ اس کے بس میں ہو جاتی ہے +

۷۔ آتم درشن کے سادھن

سوتر ۴۹۔ جس کا قیام ستو اور پرش کی تمیز میں ہے۔ اس کو سب پر حکمرانی اور سب کا گیان نصیب ہوتا ہے +

جسم اور اندریوں پر فتح پانے کا بیان پچھلے سوتروں میں ہو چکا ہے۔ اب یہ سوال اٹھتا ہے۔ کہ انتہ کرن پر فتح پانیکا نتیجہ کیا ظہور میں آتا ہے۔ اس کا جواب یہ سوتر دیتا ہے۔ کہ جس شخص کا قیام اس اونچے درجے پر ہے۔ کہ وہ انتہ کرن کے ستو میں جو جڑ اور بھوگ روپ ہے اور پرش میں جو بھوگتا اور گیان روپ ہے تمیز کرنے کی کوشش رہا ہے۔ اسے گنوں کے تمام کاریوں پر حکمرانی نصیب ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ جان جاتا ہے۔ کہ تمام کام پرکرتی کے گن کرتے ہیں

اور میں پرکرتی کا غلام نہیں بلکہ حاکم ہوں۔ نیز چونکہ اسے انہیں گنوں کے غائب۔ حاضر و مستقبل پرنیاموں کا گیان ہوتا ہے۔ اور اسی میں سب کا گیان آگیا۔ اس واسطے وہ سروگیہ پدوی پر چڑھ جاتا ہے۔ یہی وشی کار سنگیا والی بشو کا سما دھی ہے۔ جس میں ہر ایک چیز پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور فکر و رنج والم پاس نہیں بھٹکنے پایا۔ اس سے اونچا درجہ بیان کرتے ہیں ٭

سوتر ۵۰ ۔ اس میں بھی بیراگ ہونے پر اور نقص کے بیج نہ رہنے پر کئولیہ ہوتی ہے ٭

ہر ایک چیز پر قدرت حاصل کرنے اور سب چیزوں کا علم حاصل کرنے کی قابلیت بہم پہنچ گئی۔ تو بھی پرش کے ساتھ پرکرتی رہی۔ اور اسے اپنے سروپ آنند میں قیام نصیب نہ ہوا۔ اس واسطے ضروری امر ہے۔ کہ تمام قوت و قدرت کو آدمی ہیچ سمجھے۔ ان بدلنے والے تماشوں میں رکھا کیا خاک ہے۔ جو دلبستگی کی جائے۔ تماشہ سمجھنے سے بیراگ پیدا ہوگا۔ اور ان کو دیکھنے کی خواہش نہ رہنے سے نقص کا بیج طبیعت سے نکل جائے گا۔ اس طرح پرم بیراگ سے یوگی کئولیہ کے درجے کو پہنچے گا۔ جہاں پرش سروپ آنند میں مگن ہو کر پرکرتی کے احاطے سے باہر آجاتا ہے۔ اسی پد کو پہنچنے اور بیراگ پیدا کرنے کی تجویز بتاتے ہیں ٭

ترغیب اور تحریص پر دھیان دینا چاہئے

سوتر ۵۱ ۔ دیوتاؤں کی دعوت پر اظہار خوشی و تکبر نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ پھر خرابی کے عود کرنے کا احتمال ہے ٭

آدمی جب اونچے درجوں پر پہنچتا ہے۔ تو کثیف طبقوں سے اس کی نگاہ ہٹتی ہے۔ اور لطیف طبقوں کے دلکش نظارے نگاہ کے سامنے گذرتے ہیں۔ یہ اونچے لوکوں کے نظارے ہیں۔ اور ان اونچے لوکوں میں جو

مخلوق رہتی ہے۔ وہ دیوتاؤں کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ ان کے بھوگ
نہایت ہی دل لبھانے والے اور لطیف ہوا کرتے ہیں۔ یوگی جب ایسے
درجے پر پہنچتا ہے۔ تو دیوتا اُسے بلاتے ہیں۔ کہ آؤ اور ہمارے ساتھ
بھوگوں میں شریک ہو۔ اس وقت دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ
کہ آدمی بھوگوں میں محو ہو جائے۔ اور ان اونچے لوکوں میں دیوتاؤں کے
ساتھ رہنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اُسے کیولیہ یعنی موکش نصیب نہیں
ہوگا۔ بلکہ کچھ عرصے کے لطیف بھوگ۔ بھوگ کر کرم سماپت ہونے پر گریگا
اور آواگون کے چکر میں پڑا گھوما کرے گا۔ دوسرے یہ کہ وہ غرور و تکبر کے
خیال سے مغرور بن جائے۔ کہ او ہو میں کیسے اونچے درجے پر پہنچ گیا ہوں
کہ دیوتا مجھے بلاتے ہیں۔ غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے۔ اور غرور چونکہ نقص ہے
اس نقص کے دور کرنے کے واسطے اُسے پھر سنسار ہوگا۔ اس واسطے خوشی
و غرور دونوں کا خیال چھوڑ کر من کو ساودھان رکھنا چاہیئے۔ اور دیوتاؤں کے
بھوگوں پر دھیان نہیں دینا چاہیئے +

یہ دیوتاؤں کا الجھن ڈالنا یوگ کے دوسرے درجے ہی سے شروع ہو جایا
کرتا ہے۔ یوگی کے چار درجے ہوا کرتے ہیں۔ پربرتی والا یا ابتدائی مرحلے طے
کرنے والا۔ صداقت آگیں عقل والا۔ بھوت اور اندریوں پر فتح پانے والا۔
اور انتہائی بھاونا والا۔ جس کی سات بھومیاں یا درجے دوسرے باب کے
سوتر ۲۷ میں بتائے گئے ہیں۔ ابتدائی درجے میں جہاں یوگی نے ترقی کی۔
اور دوسرے درجے پر چڑھنا چاہا۔ فوراً دیوتا خلل اندازی کے واسطے آموجود
ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ دیوتاؤں کی پُشٹی کے سامان ہمارے ہی لوک سے
بہم پہنچا کرتے ہیں۔ جہاں کوئی اس لوک سے بھاگ کر دوسرے اونچے لوک

میں جایا چاہتا ہے۔ دیوتا سمجھتے ہیں کہ ہماری ایک دودھ دینے والی گائے بھاگی۔ پس اگر وہ رسیاں لے کر اس کے پیچھے نہ دوڑیں تو کیا کریں۔ اس بات کو دھیان میں رکھ کر یوگی کو ہر بات کی سخت احتیاط رکھنی چاہیئے +

اب اسی تمیز و اشراق کے درجے پر چڑھنے کی ایک اور تجویز بھگوان سوتر کار بیان کرتے ہیں +

سوتر ۵۲ - لمحوں اور ان کی ترتیب پر سم یم کرنے سے تمیز و اشراق پیدا ہوتا ہے +

لمحہ وقت کا وہ چھوٹے سے چھوٹا حصہ ہے۔ جس سے اور چھوٹا نہیں ہو سکتا۔ ان لمحوں کی ترتیب کے یہ معنے ہیں۔ کہ یہ لمحہ تو گزرا اور یہ اب آیا۔ اس طرح کرتے کرتے سُوکشم سے سُوکشم تتو یعنی مہت تک رسائی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ کال بھگوان ایسے زبردست ہیں۔ کہ سب انہیں کے احاطے میں ہیں۔ مہت انتہا کا درجہ ہے۔ اس میں پہنچکر بھی سم یم اسی طرح جاری ہی تو آدمی تمیز کے درجے کو پہنچ جاتا ہے۔ اب اسی سم یم کو نتیجے کی تمیز کے پہلوے نظر سے بیان کرتے ہیں +

سوتر ۵۳ - اس سے اُن مشابہ چیزوں کا علم ہوتا ہے۔ جن میں جنس خواص اور مکان کی تمیز کام نہیں دیتی +

چیزوں کی تمیز ان کی جنس سے ہوا کرتی ہے۔ مثلاً یہ گھوڑا ہے۔ یہ گائے ہے۔ جہاں دو چیزوں کی جنس ایک ہے۔ وہاں خواص سے تمیز ہوتی۔ مثلاً دو گایوں میں یہ لال ہے اور یہ کالی۔ جہاں جنس و خواص دو چیزوں میں متحد ہیں۔ مثلاً دونوں کالی گائے ہیں وہاں تمیز بذریعہ مکان کی جاتی ہے۔ کہ یہ گائے

یہاں کھڑی ہے اور وہ وہاں - جہاں جنس و خواص و مکان تینوں متحد ہیں -
جیسے اس وقت جب بہت سے پرمانو جو بہت ہی لطیف چیزیں ہیں - ایک
جگہ اکٹھے ہوں - وہاں تمیز کا ذریعہ صرف وہی سم یم ہے جو اوپر کے سوتر میں
تحریر ہوئی ہے - اس تمیز سے جو گیان پیدا ہوتا ہے - اس کا نام کیا ہے -
بشے کیا ہے - اور سبھاؤ کیا ہے - ان تینوں سوالوں کا جواب دیتے
ہیں +

سوتر ۵۴ - تمیز سے پیدا شدہ گیان تارک کہلاتا ہے - سب کچھ
اس کا بشے ہے اور سب حالتوں میں اس کا بشے ہے - نیز اس میں
ترتیب کا لحاظ نہیں ہے +

تارک معنے ہیں سنسار ساگر سے تار دینے والا گیان - اس کا ذکر اسی
باب کے سوتر ۳۳ میں آچکا ہے - اس کا بشے سب کچھ ہے - اور وہ بھی سب حالتوں
یعنی سوکشم ستھول وغیرہ میں - کیونکہ یہاں تمیز کی جا رہی ہے - سوکشم سے سوکشم
یعنی بہت وغیرہ سب اس کا بشے ٹھیریں گے - پھر یہ تمیز معمولی گیان کی طرح نہیں
ہوتی - کہ اندریہ کی برتی آنکھوں سے نکلکر جائے - بشے کی صورت اندر لاکر چت
کے سامنے پیش کرے - وغیرہ وغیرہ - بلکہ بلا لحاظ ترتیب یعنی کشف کے طور پر پیدا
ہوتا ہے - اس تمیز و اشراق کا انتہائی درجہ یہ ہے +

سوتر ۵۵ - ستو اور پرش کی صفا کے یکساں ہونے پر کیولیہ
ہوتی ہے +

پرش شدھ گیان سروپ ہے - ستو پرکرتی کا گن بے شک ہے لیکن آنند
اور پرکاشاتمک ہے - جب اس میں پرکرتی اور پرکرتی کا کاریہ کو تمیز کرتے کرتے
اتنی صفا آجائے کہ جو جو کام ہے وہ سب پرکرتی کا ہے - اور پرش سدا شدھ

مکت۔ محض گیان سروپ ہے۔ جس میں کرتاپن کا لیش بھی نہیں ہے۔ اس وقت اس کی صفا پرش کی صفا کے درجے پر پہنچتی ہے۔ یہ تمیز کا انتہائی درجہ ہے۔ اس تمیز کے بہم پہنچنے پر یوگی کی کیولّیہ پد میں سنتھتی ہو جاتی ہے۔ گویا وہ موکش پد کو پہنچ گیا +

چوتھا باب۔ کیولّیہ پاد

ا۔ ترقّی کے اسباب

سوتر۔ ا۔ پیدائش۔ دوا۔ منتر۔ تپ اور سمادھی سے سدّھیاں پیدا ہوتی ہیں +

پہلے باب میں بھگوان سوترکار نے سمادھی کا بیان کیا ہے۔ دوسرے میں سمادھی لگانے کے سادھن بتائے ہیں۔ تیسرے میں سادھنوں کے ذریعے سے جو سدّھیاں حاصل ہوتی ہیں وہ بیان کی ہیں۔ چوتھے میں کیولّیہ کے متعلق بحث ہے۔ اور بہت سی نتیجہ خیز باتیں ایسی بتائی ہیں۔ جن سے کیولّیہ کا سروپ ذہن نشین ہو جائے +

چونکہ تیسرے باب میں سدّھیوں کی بحث ہے۔ چوتھا بھی اُسی مضمون سے شروع ہوتا ہے تاکہ سلسلہ قایم رہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ سدّھیوں کا حصول جنم جنمانتروں کے کرموں کا پھل ہے۔ اور اکثر آدمیوں کی صورت میں یہ جنم جنمانتر کے بعد ہی حاصل ہوتی ہیں۔ ہمیں معلوم یہ ہوا کرتا ہے۔ کہ فلاں شخص

نے اس جنم میں فلاں سِدّھی حاصل کر لی۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ کتنے جنموں سے اس کی کشش و کوشش میں لگا ہوا تھا۔ جب جا کر اس جنم میں حاصل ہوئی +

اس بحث کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ جو لوگ یوگ کے کوچے میں داخل ہوئے ہیں۔ ان کی کمائی کبھی رائگاں نہیں جاتی۔ جو قابلیت انہوں نے بہم پہنچا لی ہے۔ اگلے جنم میں وہی قابلیت لیکر وہ پیدا ہوں گے اور ترقی کی راہیں اُن پر کھلیں گی۔ گیتا میں ارجن نے شری کرشن بھگوان سے ایک موقعہ پر یہ سوال پوچھا ہے۔ کہ جو شخص یوگ میں ہنوز کچّا ہے۔ اور موت نے اُسے آگھیرا اس کا مآل کیا ہوتا ہے۔ بھگوان اس سوال کا جو جواب دیتے ہیں اور ارجن نے جن الفاظ میں پوچھا ہے دونوں نہایت دلچسپ ہیں۔ ہم گیتا کے ہی الفاظ کا ذیل میں ترجمہ دیتے ہیں +

ارجن بولا

جس کا کہ عقیدہ تو بہت ہے اچّھا پر یوگ سے من ہٹ گیا۔ کچّا وہ رہا
اور یوگ کی تکمیل نہ ہونے پائی کیا ہوتا ہے حال کرشن اس یوگی کا

کیا ہو گے منتشر وہ بادل جیسا رہتا ہے اِدھر کا نہ اُدھر کا اصلا
ملتی ہی نہیں پناہ اور جائے قیام اور برہم کی راہ میں بھٹکتا پھرتا

اس شک کو مہاراج مرے کیجئے دور
اس طرح کہ یہ شک نہ رہے ہو کا نور
دور ایسے شک کو راست میں کتا ہوں
کرسکتا ہے آپ کے سوا کون حضور

شری بھگوان بولے

سُن ارجن غور سے میں کرتا ہوں بیاں
ایسے یوگی کی ہے فنا یاں نہ وہاں
جو شخص بھلے کام میں مصروف ہوا
اسکی دُرگت کا ہو سکے کب امکاں

نیکوں کے لوک اس کو ملتے ہیں سدا
برسوں لیتا وہاں ہے بھوگوں کا مزا
پھر پاکوں یا اہل دولت کے گھر
ہے یوگ بھرشٹ آکے پیدا ہوتا

یا ہوتا ہے یوگیوں کے گھر میں پیدا
جو اہل خرد ہوں صاحب فہم و ذکا
لیکن دقت طلب ہے اور مشکل ہے
دنیا میں جنم آدمی کا ایسا

وہ پہلے جنم کی مشق اب یاں آکے
یاد آجاتی ہے جو کہ پہلے حاصل تھی اُسے
اور اب پھر ہے وہ سعی و کوشش کرتا
تکمیل کے درجے پہ پہنچنے کے لئے

سے اُڑتی ہے وہ مشق اسے اب پہلی
اور بے بس ہو کے یوگ کرتا ہے وہی
ویدوں کے عالم اور عامل سے بہت
بڑھکر ارجن ہے یوگ کا طالب بھی

سعئے پیہم میں ہو کے ساعی یوگی سارے پاپوں کی اپنے کرکے شدّھی
حاصل کرکے بہت سے جنموں میں کمال پاتا ہے وہ گتی پرم ہے جو گتی

ماحصل اس تمام کا یہ ہے۔ کہ جس نے دھیان یا سمادھی میں تھوڑی سی بھی ترقی کرلی ہے۔ وہ کیوَلیہ کے رستے میں گام زن ہے۔ اور ایک جنم میں یا بہت سے جنموں کے بعد منزل مقصود کو پہنچے گا۔ چونکہ سمادھی سادھنوں سے تکمیل کو پہنچتی ہے۔ اور سادھنوں میں سِدّھیوں کا حصول شامل ہے۔ اس واسطے تیسرے باب میں سِدّھیوں کے مضمون کو اس قدر طول دیا گیا ہے۔ چوتھے باب کے شروع ہی میں یہ مضمون اُٹھایا گیا ہے۔ کہ جن سِدّھیوں کا ذکر ہوتا چلا آیا ہے وہ پیدا کیونکر ہوتی ہیں۔ بھگوان سوترکار جواب میں پانچ اسباب بیان کرتے ہیں +

بعض سِدّھیوں کا سبب جنم ہے۔ یعنی پیدا ہونے کے ساتھ ہی سِدّھیاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً پرند فطرتاً آکاش میں اُڑتے ہیں۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں۔ کہ خاص طاقتیں یا سِدّھیاں لیکر ماں کے پیٹ سے نکلتے ہیں۔ مثلاً سُریلے کان۔ حسن بین نظر وغیرہ +

بعض سِدّھیاں ایسی ہیں کہ خاص دواؤں کے استعمال یا خاص منتروں کے جپ وغیرہ سے بہم پہنچتی ہیں۔ دونوں کی تاثیر سے ہمارے ملک کا بچہ بچہ واقف ہے۔ مثلاً بعض دوائیں ایسی ہیں۔ کہ ان کو مل کر آگ میں ہاتھ دیدو۔ نہیں جلے گا۔ اس سِدّھی سے بازیگر اپنی روٹیاں کما کھاتے ہیں۔ منتروں میں آکرشن یعنی اپنی طرف کھینچنے اور مارن اچاٹن یعنی اوروں کے اذیت پہنچانے کے منتروں سے بہت لوگ واقف ہیں +

تپ سے جو سِدّھیاں حاصل ہوتی ہیں ان کی شاستر بھی شہادت

دیتا ہے۔ مثلاً بشوامتر جنگجو کشتری تھے۔ تپ کے بل سے برہم رشی بن گئے۔
اور یہ بھی اظہر من الشمس بات ہے۔ کہ جو کام ہے اس کا دارو مدار محنت و
ریاضت پر ہے۔ محنت سے کیا نہیں ہو سکتا۔ اور محنت ہی کا دوسرا نام
تپ ہے۔ اسی دماغ لڑانے اور ریاضت و محنت کا نتیجہ ہے۔ کہ ہزاروں
کوس سے آج باتیں ہو سکتی ہیں۔ آدمی ہوا میں اُڑنے لگے وغیرہ وغیرہ +

سمادھی سے جو سِدّھیاں حاصل ہوتی ہیں۔ ان کا بیان شرح و بسط کے
ساتھ ہو چکا ہے۔ یہاں اس کے اعادے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں
یہ سوال اُٹھتا ہے۔ کہ سِدّھیوں سے اسی جنم میں آدمی کچھ کا کچھ ہو سکتا ہے
کیا بلحاظ جسم۔ کیا بلحاظ قوت اور کیا بلحاظ نفس۔ پھر یہ کیونکر کہا جاتا ہے۔ کہ
سِدّھیاں جنم جنمانتر کی محنتوں کا نتیجہ ہیں۔ اس کا جواب بھگوان سوتر کار یہ
دیتے ہیں +

سوتر ۲۔ پرکرتی کے بھرپور ہو جانے سے غیر جنس میں
پرنیام ہوتا ہے +

ذیحیات کا ایک جنس سے دوسری جنس میں ارتقا کرنا جنم جنمانتر میں
بھی ہوتا ہے۔ اور ایک جنم میں بھی ممکن ہے۔ جنم جنمانتر میں تو اس طرح کہ
جتنی ترقی کوئی دو چار یا دس بیس جنموں میں کر چکتا ہے۔ موجودہ جنم میں اس کی
جنس یا جون کا انحصار اس درجہ ترقی پر مبنی ہوگا۔ اور اسی جنم میں جنس کا بدلنا
اس طرح کہ روزمرہ مشاہدے میں آتا ہے۔ مینڈک کو دیکھا جاتا ہے۔ کہ ایک
ہی جنم میں تین مختلف حالتیں بدلتا ہے۔ جو بلحاظ جنسیت علیحدہ علیحدہ ہیں۔
ریشم کا کیڑا اور کیڑے کرم حالت میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور تیتریاں بن جاتے
ہیں۔ اسی طرح اگر انسان اسی جنم میں یوگ کے سادھنوں اور سدّھیوں

کے ذریعے سے دیوتا بھاؤ کو پہنچ جائے۔ تو کچھ تعجب کا مقام نہیں ہے۔ وجہ
یہ ہے۔ کہ کسی جنس سے غیر جنس میں تبدیل ہونا پرکرتی کے بھرپور ہونے
پر منحصر ہے۔ پرکرتی پرنیام کو پراپت ہوتی رہتی ہے۔ یعنی جو چیز ایک حالت
یا صورت میں ہے وہ ترقی کرکے دوسری حالت یا صورت میں بدل جاتی
ہے۔ یا یوں کہو کہ اس کی جنس بدل جاتی ہے۔ مگر کب۔ اُس وقت جب
پرکرتی بھرپور ہو جائے۔ یعنی اس صورت میں اُس چیز کو جتنا کام کرنا تھا
وہ کر چکے۔ جس ترقی پر پہنچنا تھا اس پر پہنچ چکی۔ اب اس صورت کا وہ کام
ختم ہو چکا۔ وہ اتنی ترقی کر چکی جتنی ہونی چاہیئے تھی۔ اس کے لیئے اور صورت
درکار ہے۔ جس میں وہ اور ترقی کی حقدار بنے اور اس طرح لاانتہا ترقی کرتی
چلی جائے۔ یہ پرنیام کا مسئلہ ہے۔ اور آج کل کا سائینس بھی یہی مانتا ہے
یہاں یہ سوال اُٹھتا ہے۔ کہ جب ترقی کا دارومدار پرکرتی کے بھرپور ہونے
پر ہے۔ تو دھرم ادھرم اور پاپ پن کہاں گئے۔ جو ترقی کے خارج یا مددگار
بنائے جاتے ہیں۔ اور جو نتوں یا جنموں کے اتفاقیہ باعث ہیں اس کا
جواب دیتے ہیں +

سوتر ۳ - پرکرتی کے محرک اتفاقیہ باعث نہیں ہوا کرتے
بلکہ کسان کی طرح صرف رکاوٹیں دور کیا کرتے ہیں +

اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ جنس بدلنے اور ترقی کی راہیں کھولنے میں
باعث صرف پرکرتی ہے۔ دھرم ادھرم وغیرہ اتفاقیہ امور اس کے محرک
نہیں ہیں۔ ہمارا کام پرکرتی ہی کرتی ہے۔ لیکن دھرم ادھرم وغیرہ کو
یا بے مطلب نہیں سمجھنا چاہیئے۔ یہ کسان کی طرح رکاوٹیں دور کرنے کا کام
کرتے ہیں۔ مثلاً کھیت کو پانی سے بھرنا یا سیراب کرنا ہے۔ تاکہ پودے

خوب نشو ونما پائیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کام کیاری میں پانی ہی کے بھرپور ہونے سے سرانجام پائے گا۔ اور کسی چیز سے نہیں۔ پودے اس پانی میں گھلی ہوئی غذا کو چوس چوس کر بڑھیں گے۔ اور آخر بار ور بن جائیں گے۔ جوان کا کمال ہے۔ کسان کا اتنا کام ہے۔ کہ پودوں تک کے پہنچنے میں جو رکاوٹیں ہیں انہیں دور کرے۔ یہی کام دھرم ادھرم وغیرہ دیتے ہیں۔ ارتقا کا باعث پرکرتی ہے۔ لیکن اگر ادھرم سدِ راہ ہے تو ترقی نہیں ہونے پائے گی۔ یہ رکاوٹ دھرم کا کام کرنے سے دور کرنی چاہیئے۔ تاکہ پرکرتی کے پانی میں روانی آئے۔ اور وہ بھرپور ہو کر آدمی کو مدارج ترقی پر پہنچائے۔ اس واسطے شاستر کی یہ تعلیم کہ ادھرم کو چھوڑو اور دھرم اختیار کرو۔ ایک نہایت ہی قدرتی اصول پر مبنی ہے۔ جو ترقی کا اصول عامہ ہے +

یہاں یہ سوال اٹھتا ہے۔ کہ جب ترقی کا مدار اس بات پر ٹھیرا کہ ادھرم کی رکاوٹیں دور کرنے پر پرکرتی بھرپور ہو جاتی ہے۔ اور آدمی اونچے درجے پر چڑھنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ تو یوگی کی کوشش اس بات کی ہوگی۔ کہ وہ ایسی سِدھی یا شکتی پیدا کرے۔ جس سے خواب میں کی طرح بہت سے اجسام بنا کر کرموں کا بھوگ ختم کر دے۔ اس سے رکاوٹیں اُٹھ جائیں گی۔ اور وہ درجہ اعلےٰ پر پہنچ جائے گا۔ پس بتانا یہ چاہیئے۔ کہ جو بہت سے اجسام یوگی نے کرم بھوگ کے خاتمے کے واسطے رچے ہیں۔ ان میں چت کہاں سے آتا ہے۔ اس کا جواب دیتے ہیں +

سوتر ۴۔ بنائے ہوئے چت اسمِتا نکلتے ہیں +

جو یوگی بہت سے جسم بنا کر ایک دفعہ ہی کرم بھوگ کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ وہ معمولی آدمی نہیں ہوگا۔ بلکہ مہا بھوتوں سے لگا کر منت

تک تمام تتوؤں پر قادر ہوگا۔ مہت تتو پر ہی پہنچکر اسمتا کا گیان ہوتا ہے۔
جیسے پرکرتی لے یوگیوں کے بیان میں آچکا ہے۔ چت اہنکار کی صورت
ہے۔ اور اہنکار مہت سے بنا ہے۔ اس واسطے یوگی جو بہت سے چت بناتا
ہے۔ وہ اسمتا سے بناتا ہے۔ اس طرح چت تو بہت سے تیار ہو گئے
لیکن دقت یہ واقع ہوگی۔ کہ ہر ایک چت میں جدا جدا خیالات ہوں گے۔
جیسے دنیا میں روزمرہ دیکھا جاتا ہے۔ اور جوگی کو اپنے خاتمہ اعمال کے واسطے
سب سے ایک کام لینا ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب دیتے ہیں +

سوتر ۵۔ مختلف کاموں میں ایک ہی چت بہت سے چتوں کا محرک ہے +

بے شک جو بہت سی مخلوق یوگی نے رچی ہے۔ اس کے کام بھی مختلف
ہوں گے۔ لیکن ان مختلف کام کرنے والے مختلف چتوں کا تحریک دینے والا
من ایک ہی ہے۔ یعنی یوگی کا۔ پس تمام مخلوق کے مختلف کاموں کی غرض صرف
ایک ہی ہوگی۔ یعنی یوگی کے اعمال کو بھوگ خاتمہ کر دینا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ
ایک ہی من نے ان سب کو ایک ہی غرض کے پورا کرنے کے واسطے رچا ہے
لیکن معترض یہ کہیگا۔ کہ تمام سدھیوں کے پانچ باعث اس ادھیائے کے پہلے
سوتر میں بیان کئے گئے ہیں۔ یعنی پیدائش۔ دوا۔ منتر۔ تپ اور سمادھی۔
چونکہ بنائے ہوئے چت سدھی کا نتیجہ ہیں۔ اس واسطے چونکہ علت پنجگانہ
ہے۔ یہ معلول بھی پنجگانہ ہونا چاہئے۔ یعنی بنائے ہوئے چت بھی پانچ
پانچ طرح کے ہونے چاہئیں۔ ایک ہی طرح کے نہیں۔ جو ایک ہی مطلب
انجام دیں۔ اس کا جواب دیتے ہیں +

۲۔ کرم واسنا کا مسئلہ

سوتر ۶ ۔ دھیان سے رچے ہوئے چت ہیں کرم واسنا نہیں ہوتیں ÷

اس کا مطلب یہ ہے ۔ کہ معمولی آدمیوں کے جو چت ہیں ۔ ان میں کرم واسنا بھری پڑی ہے ۔ یوگی جو دھیان سے چت رچتا ہے وہ ان سے مختلف ہیں ۔ یعنی اُن میں کرم واسنا نہیں ہے ۔ وجہ ظاہر ہے ۔ کہ معمولی آدمیوں کے ساتھ ان کے پرانے کرم ہیں اس واسطے ان میں کرم واسنا موجود ہے یوگی کی مخلوق چونکہ نئی رچی گئی ہے ۔ اس میں پرانے کرموں کے سنسکار جنہیں کرم واسنا کا نام دیا جاتا ہے کیونکر ہو سکتے ہیں ۔ جس طرح یوگی کا چت معمولی آدمیوں کے چت سے مختلف ہوتا ہے اسی طرح یوگی کے کرم بھی معمولی آدمیوں کے کرموں سے مختلف ہوا کرتے ہیں ۔ چنانچہ کہتے ہیں ÷

سوتر ۷ ۔ یوگی کے کرم سفید و سیاہ نہیں ہوتے اوروں کے تین طرح ہوتے ہیں ÷

اچھے پھل دینے والے کرم مثلاً یگیہ وغیرہ سفید کہلاتے ہیں ۔ بُرے پھل دینے والے کرم مثلاً ہنسا وغیرہ سیاہ کہلاتے ہیں ۔ مخلوط کرم سفید و سیاہ کہلاتے ہیں ۔ سفید کرم نیکوں کے ہوتے ہیں ۔ جو دان ۔ تپ ۔ اور مطالع میں مشغول رہتے ہیں ۔ اور مرکر سورگ وغیرہ اونچے لوکوں میں باس کرتے ہیں ۔ یعنی دیوتا بھاو کو پہنچتے ہیں ۔ سیاہ کرم نرک باسیوں کے ہوتے ہیں ۔ مخلوط معمولی آدمیوں کے ہوتے ہیں جو اس دار فانی میں رہتے ہیں ۔ یوگی چونکہ کرم پھل کی خواہش ترک کر دیتا ہے اور فرض کو

محض فرض سمجھکر ادا کرتا ہے - اس واسطے اس کے کرم تینوں سے علیحدہ قسم کے ہوتے ہیں - یعنی بندھن کا باعث نہیں ثابت ہوتے +

سوتر ۸ - اسی واسطے ان کی پختگی کے مطابق واسناؤں کا ظہور ہوا کرتا ہے +

واسنا دو طرح کی ہوا کرتی ہیں - ایک وہ جن کا پھل صرف حافظہ ہے دوسری وہ جو جُون عمر اور بھوگ وغیرہ دیتی ہیں - کرم چونکہ تین طرح کے ہوتے ہیں - اس واسطے ہر ایک قسم اپنے مطابق ہی چت میں واسنا چھوڑتی انہیں کرموں کی پختگی یعنی پھل دینے کے مطابق آدمی کو خاص جُون ملتی ہے - اور اُس جُون کے مطابق اس کی عمر اور بھوگ وغیرہ ہوتے ہیں - چونکہ اس جُون میں وہ کرم واسنا لیکر پیدا ہوتا ہے - اور پرانے سنسکار موجود ہوتے ہیں - اس لئے حافظہ اپنا عمل کرتا ہے - اور اُس سے ویسے ہی اعمال سرزد ہوتے ہیں - جو اس جُون اور اس کی واسناؤں کے مطابق حال ہیں مثلاً فرض کرو - کہ کوئی اس دنیا میں کتے - بلی وغیرہ کی جُونیں یا سورگ وغیرہ میں دیوتاؤں کی جونیں بھوگ کر آدمی کی جُون میں آیا - اور مر کر پھر اُسے آدمی کی ہی جُون ملی - تو اس دوسرے جنم میں اس میں جن واسناؤں کا ظہور ہوگا وہ منشیہ جون ہی کے مطابق ہوں گی - ادنے حیوانات کے مطابق یا دیوتاؤں کے مطابق نہیں ہوں گی - جن کی جُونوں میں سے گزر کر وہ آدمی کی جُون میں آیا ہے - ظہور منشیہ جُون کی واسناؤں کا ہوگا - اور واسنائیں حالت بالقوے میں رہیں گی - اس کا ثبوت یوں دیتے ہیں +

سوتر ۹ - جون اور مکان و زمان کے حائل ہونے پر بھی فرق نہیں پڑتا - کیونکہ حافظہ اور سنسکار ویسے کے ویسے ہی

بنے رہتے ہیں +

جو شخص سینکڑوں برس کیا ہزاروں برس سورگ وغیرہ میں رہکر پھر انسان کی جون میں آتا ہے۔ تو اگرچہ جون۔ مکان اور زمان کا بڑا بھاری فرق بیچ میں حائل ہے۔ لیکن آدمی کی جون میں آدمی کی جون کے مطابق ہی واسناؤں کا ظہور ہوگا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ جس وقت وہ دیوتا بھاو میں تھا۔ اس وقت پہلے جنم یا آدمی کی جون کے جو واسنا یا سنسکار چیت میں تھے ان کا ناش نہیں ہوا تھا۔ بلکہ وہ حالت بالقوے میں تھے۔ منشیہ جون پاکر یہ حافظے کی صورت میں نمایاں ہوں گے اور وہ آدمیوں کے ہی کام کریگا دیو بھاو کے سنسکار منشیہ جون میں حالت بالقوے میں مخفی رہیں گے۔ ظہور نہیں پائیں گے۔ یہاں یہ سوال اٹھتا ہے۔ کہ سنسکار اور حافظے کی موجودگی میں فرق نہ پڑے۔ لیکن پہلے ہی پہل جو انوبھو یا احساس یا خیالات چت میں اٹھیں گے ان کا سبب واسنا ہوگی۔ یا وہ بے سبب ہوں گے واسنا تو نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ان کو خیالات اوّلیں مفروض کیا گیا ہے۔ اور بے سبب ہونے کا امکان کسی بات کا ہو نہیں سکتا۔ اس کا جواب دیتے ہیں +

سوتر ۱۰۔ واسنا انادی ہیں۔ کیونکہ خواہش کی ابتدا نہیں ہے +

جو خیالات اوّلیں مفروض کئے گئے۔ وہ فرض ہی درست نہیں ہے کیونکہ ایسا خیال جو اوّل ہی اوّل خاطر میں اٹھے اور اس سے پہلے کوئی خطرہ خطور چت میں نہ اٹھا ہو امر محال ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ واسنا انادی ہے۔ یعنی اس کی ابتدا نہیں ہے۔ واسنا خواہش سے وابستہ ہے۔ اور

خواہش اس اِبدیا یا جہل کا نتیجہ ہے۔ کہ دنیا کی چیزوں سے مجھے سُکھ ہی سُکھ ہو دُکھ کبھی نصیب نہ ہو۔ غرض اِبدّیا سے خواہش اور خواہش سے واسنا پیدا ہوتی ہے۔ یہ پرش اور اِبدّیا کا سنگ انادی ہے۔ جس کی ابتدا نہیں ہے۔ پرش اور اِبدّیا کا سنگ ہی پرکرتی پرش کا میل ہے۔ جس سے یہ سنسار چکر چل رہا ہے۔ اس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ برابر چلا آتا ہے۔ اور برابر چلا جائے گا۔ مکت پرش اس سے نجات حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن اور لاتعداد پرش ہیں۔ جن کے واسطے یہ اسی طرح برابر جاری رہیگا۔ جیسا رہتا چلا آیا ہے۔ پس سوچنا یہ ہے۔ کہ مکت پرش بنے۔ اور واسنا سے نجات پانیکا کیا طریقہ ہے۔ وہ بتاتے ہیں +

سوتر ۱۱۔ واسنا چونکہ کارن۔ پھل۔ آشرے اور سہارے سے بندھی ہوئی ہے۔ انہیں چاروں کے ناش سے اس کا ناش ہوتا ہے +

واسنا کا باعث متواتر و متوالی انوبھو ہیں۔ انوبھو کا باعث خواہش ہے۔ خواہش کا باعث اِبدّیا ہے۔ یہ باعثوں کا سہ پہلو سلسلہ ہے۔ ان کا پھل مختلف جونوں اور جسموں کا ملنا ہے۔ جن میں مختلف طرح کے بھوگ ملتے ہیں۔ آشرے چت ہے اور سہارے بشئے ہیں۔ یہ چاروں ناش ہوں تو واسنا کا ناش ہو۔ کیونکہ جب تک سبب قایم ہے۔ مرض کیونکر دور ہو سکتا ہے۔ اصلی سبب دیکھو تو اِبدّیا یا جہل ہے۔ کیونکہ اِبدّیا سے خواہش اور خواہش سے واسنا پیدا ہوتی ہے۔ رہا پھل۔ آشرے اور سہارا۔ یہ تینوں اِبدّیا سے ہی نکلے ہوئے ہیں۔ اس واسطے اِبدّیا کا دور کرنا اہم امر ہے۔ یہ جاتی رہے۔ تو واسنا کا بیج جل جائے گا۔ اور جلا ہوا بیج پھر سنسار

پرکش پیدا نہیں کر سکتا - پس یوگ کے سادھنوں پر عمل کرکے اور یہ تمیز بہم پہنچا کر کہ پرش گیان سروپ اور سدا شدھ بدھ و مکت ہے - اور تبدیلیاں تمام پرکرتی میں ہوتی ہیں - پرش کو اُن سے کچھ علاقہ نہیں ہے - اودیا کا ناش کرنا چاہئے - اس سے واسنائیں شانت ہو جائیں گی اور سنسار جو دکھ کا کارن ہے - چھوٹ جائے گا - یہاں معترض اعتراض اٹھاتا ہے - کہ واسناؤں کا شانت ہونا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے - کہیں نہ کہیں ان کا وجود رہیگا اور ضرور رہیگا - اس کا جواب دیتے ہیں +

سوتر ۱۲ - ماضی و استقبال حقیقت میں وجود رکھتے ہیں کیونکہ گنوں کی حالتوں میں فرق دیکھا جاتا ہے +

بے شک مادہ یا پرکرتی غیر فانی ہے - اس کا ناش نہیں ہو سکتا - ہست کا نیست ہونا امر محال ہے - ہست جو چیز ہے وہ پرکرتی ہے - اور چونکہ وہ ہر ایک چیز کا سبب ہے - اسی سے جو چیزیں پرنام پاکر بنی ہیں وہ بھی سب ہست ہیں - ہر ایک چیز کے زمانے کے لحاظ سے تین حالتیں ہوتی ہیں - ماضی جس کے سنسکار موجودہ صورت میں رہتے ہیں - خود موجودہ صورت جو مشاہدے یا انوبھو میں آتی رہتی ہے - مستقبل صورت جس کی قابلیت اس چیز میں حالت بالقوے میں ہے - یہی تین واسنا کی صورتیں ہیں - واسنا پختگی کی حالت کو پہنچتی ہے - تو وہ چیز صورت خاص اختیار کرتی ہے - اور زمان موجودہ میں ہمیں اُس خاص صورت میں محسوس ہوتی ہے - آئندہ جو اس میں خاص صورت اختیار کرنے کی قابلیت ہے وہ یہی ہے کہ خاص صورت میں ہمیں محسوس ہو - اسی کو سانکھیہ میں پرنام کہتے ہیں - اگر یوگ کے بل سے یہ طاقت بہم پہنچائی جائے - کہ

چیز کی آیندہ شکل کو ہم زمان موجودہ میں دیکھ لیں تو اس وقت وہ ہماری نظر میں موجود ہو گی۔ اور کل گویا زمان ماضی میں چلی جائے گی۔ یہی طریق موجودہ چیزوں کی صورت میں عمل میں لایا جائے۔ تو وہ بھی گویا زمان ماضی کی چیزیں ہو جائیں گی۔ زمان ماضی کی چیزیں تو زمان ماضی میں ہیں ہی ان کا کچھ کہنا نہیں۔ جب سب چیزیں اس طرح زمان ماضی میں چلی گئیں۔ تو ان کی نسبت جو چت کی واسنائیں ہیں وہ بھی گویا زمان ماضی ہی کی واسنائیں ہو گئیں۔ تیسرے باب کے سولھویں سوتر میں کہہ آئے ہیں۔ کہ تینوں پرنیاموں پر سیم کرنے سے ماضی حال و استقبال کا علم نصیب ہوتا ہے تمام علم حاصل کر کے اس کو زمان ماضی کا علم بنایا جا سکتا ہے۔ باتمیز آدمی گزشتہ واسناؤں میں دل نہیں لگایا کرتے۔ بلکہ اسی تمیز کے ذریعے سے اُنکے احاطے سے باہر آ کر انہیں دل سے اس طرح ترک کر دیتے ہیں۔ کہ پھر عود نہیں کرنے پاتیں۔ مثلاً بچپن میں ہمیں لڈو کھانے۔ پتنگ اُڑانے مدرسے سے بھاگنے۔ کیچڑ پانی میں کھیلنے وغیرہ وغیرہ کے شوق تھے۔ اور انہیں کو ہم معراج زندگی سمجھے بیٹھے تھے۔ اب ان میں سے ہر ایک شوق اس طرح جاتا رہا۔ کہ نشان تک باقی نہیں ہے۔ اسی طرح یوگی نے جب زمان حال و استقبال کی واسنائیں ماضی میں لا ڈالیں۔ اور ماضی کی طرف سے نظر ہٹالی۔ تو ان کا حال جلے ہوئے بیجوں کا سا ہو جائے گا۔ کہ پھر شجر و نیا پیدا نہیں کر سکیں گی۔ یہ واسناؤں کے شانت ہونے کے معنے ہیں۔ اسی سوتر میں چونکہ یہ کہا گیا ہے کہ ماضی و حال حقیقت میں ہیں۔ اس حقیقت کی تشریح کرتے ہیں ٭

۳ - پرکرتی کے تین گُن

گنوں کی حقیقت

سوتر ۱۳ - وہ ظاہر یا مخفی ہوا کرتی ہیں - اور ان کی ماہیت گُن ہیں +

وہ یعنی گنوں کی تین حالتیں یا تو ظاہر ہوتی ہیں جس طرح صورت موجودہ میں دیکھی جاتی ہیں - یا حالت بالقوے میں ہوتی ہیں - جن کا ظہور استقبال میں ہوگا - اور یہ صرف گُن ہی ہیں اور کچھ نہیں ہیں - کیونکہ اس کائنات میں جو چیز ہے - وہ سکھ دکھ اور موہ آتمک ہے - یہی تینوں گنوں کے خواص ہیں پس مہت تتو سے لگا کر مہا بھوتوں تک - اور ان کے تمام کار یہ کیا چیزیں ہیں صرف پرکرتی کے تین گُن یعنی ستو رج اور تم - جو مختلف صورتوں میں ظہور پکڑ رہے ہیں - جتنے مناظرو مظہرات ہیں - سب انہیں تینوں گنوں کی بدلتی ہوتی صورتیں ہیں - دمبدم - لحظہ بہ لحظہ یہ گن نئے نئے پرنیاموں کو پراپت ہو رہے ہیں - اور اسی کا نام سنسار ہے - یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے - کہ جب گنوں کی تبدیلی کے سوا یہاں اور کچھ نہیں ہے - تو گیاں میں کسی خاص چیز کا ایک محسوس ہونا کیونکر ممکن ہے - اس کا جواب دیتے ہیں +

سوتر ۱۴ - چونکہ پرنیام ایک ہوتا ہے - اس واسطے چیز ایک محسوس ہوتی ہے +

پرنیام ایک ہونے کے یہ معنے ہیں - کہ دو گُن مغلوب اور ایک غالب ہو جاتا ہے - دو گن جب دب جاتے ہیں - تو ایک اُبھر آتا ہے - اس واسطے چیز ایک محسوس ہوتی ہے - مثلاً مہت میں رج اور تم دبے ہوئے ہیں - اور ستو اُبھرا ہوا یا پردھان ہے - مہا بھوتوں میں ستو اور رج مغلوب گُن

ہیں اور تم پردھان ہے - جن چیزوں کا علم ہم حواسوں سے حاصل کر رہے ہیں - اُن میں بھی تم ہی پردھان گن ہے - کیونکہ تم کا خاصہ قیام ہے - جس سے صورت بنتی ہے - اور قایم رہتی ہے - اس سے نتیجہ یہ مستخرج ہوتا ہے - کہ اشیا کا ہم سے باہر وجود ہے - اس پر بگیان وادی بُودھ جو یہ مانتا ہے - کہ تمام چیزیں ہمارے من کا عکس ہیں - اور من سے باہر ان کا وجود نہیں ہے اعتراض اُٹھاتا ہے - کہ بیرونی اشیا کا وجود کیونکر ممکن ہے - اس کا جواب یہ ہے +

سوتر ۱۵ - چیزوں کے مشابہ ہونے پر بھی چتوں کے فرق سے چت اور چیزیں مختلف ہی ٹھیرتی ہیں +

ایک جنس کی چیزیں گو کتنی ہی مشابہ ہوں - لیکن اس وجہ سے کہ وہ چت پر اپنا اثر ڈالتی ہیں - اور چت اُن پر اپنا اثر ڈالتا ہے - چت چیزوں سے مختلف ہی ٹھیرتا ہے - اور چیزیں چت سے - مختلف چتوں پر ایک ہی چیز مختلف اثر کیا کرتی ہے - مثلاً عورت کھڑی ہے - خاوند اس کو بیوی سمجھ کر بھوگ کا ذریعہ دیکھتا ہے - لڑکا ماں اور اپنے پیدا اور پالن کرنے والی جانتا ہے - یوگی اور گیانی کی نظر میں وہ صرف مضغہ گوشت ہے - شیر اسے اپنے کھاجا سمجھتا ہے - ان باتوں سے ظاہر ہے - کہ چیز "کچھ" ہے - اور چت سے باہر ہے - کیونکہ چیز ایک ہے - اور بہت سے چتوں پر مختلف اثر ڈال رہی ہے دوسری دلیل یہ ہے - کہ اگر چیز چت روپ ہی ہے تو گویا معلوم و عالم دونوں ایک ہی ہوئے - یہ خلاف عقل ہے - جو معلوم ہے وہ عالم ہرگز نہیں ہو سکتا اور جو عالم ہے وہ معلوم کی شکل کبھی اختیار نہیں کر سکتا - عالم و معلوم میں بعد المشرقین ہے - اسی طرح اور دلائل پیش کی جاسکتی ہیں - جن سے

یہی بات پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ چت اور وستو ہے۔ اور باہر کی چیز جس کا گیان چت
کو ہوتا ہے اور وستو ہے *

سانکھیہ پر بھی یہ اعتراض اُٹھایا جا سکتا ہے۔ کہ پرکرتی جب ایک ہے
تو لامتناہی صور نہیں کیونکر اختیار کر سکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ
پرکرتی ترگناتمک مانی گئی ہے۔ اور اُن تین گنوں میں بے شمار درجے ہو سکتے
ہیں۔ پس ترتیب و تقسیم و ترکیب بھی لاانتہا طریقوں سے عمل میں آ سکتی ہے +

نیچے جو سوتر دیا جاتا ہے وہ بھوج برتی میں نہیں ہے۔ لیکن بھگوان
دیاس کے بھاشیہ میں پایا جاتا ہے۔ اس میں ایک اور اعتراض اُٹھا کر چیزوں
کو چت سے جُدا ٹھیرایا گیا ہے +

سوتر ۱۶۔ چیزیں ایک چت کے ادھین نہیں ہیں۔ کیونکہ
جب وہ چت انہیں محسوس نہ کرے تو ان کا کیا حال ہوگا +

اگر سب اشیاء چت کے آدھین مانی جائے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے۔
کہ بہت سے چتّوں کے آدھین ہے یا ایک چت کے۔ اگر بہت سے چتّوں کے

* واضح ہو کہ یہ اعتراض گیان وادی بُودھوں پر ہیں۔ جو چت کو قائم یا چھن بناشی
مانتے ہیں۔ اور بیرونی اشیا کو چت روپ یا خیالی فرض کرتے ہیں۔ ویدانت کی کتابوں
میں بھی ان لوگوں پر اسی قبیل کے اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ اور حق بجانب کئے جاتے
ہیں۔ خود ویدانت پر یہ اعتراض عاید نہیں ہوتے کیونکہ وہاں پرکرتی کی جگہ مایا مانی ہوئی ہے
جو بھاو روپ ہے۔ تبدیلیاں تمام مایا اور اس کے کاریوں میں ہیں۔ آتما گیان سروپ ہونیکی وجہ
سے تبدیلیوں سے مبرا ہے۔ مایا کا مسئلہ سانکھیہ کے پرکرتی واد سے زیادہ فلسفیانہ ہے۔ اس
مضمون کو میں نے اپنی کتاب چہل درویش میں مشرح بیان کیا ہے +

آدھین ہے۔ تو عالم میں یہ اتحاد و نظام نہیں ہو سکتا۔ چتوں کا اختلاف نظام عالم کے اتحاد کے متضاد و مخالف پڑے گا۔ اس واسطے یہی ماننا پڑے گا۔ کہ ایک چت کے آدھین ہے۔ جس طرح عالم خواب ایک خواب بین کے آدھین ہؤا کرتا ہے۔ اس پر یہ بڑا بھاری اعتراض ہے۔ کہ جو صورتیں میرے چت نے رچی ہیں ان کا علم بھی صرف میرے ہی چت کو ہونا چاہیئے میرے دوست کو نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن ایک ہی چیز کا علم بہت سے آدمیوں کو ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ چیز کسی خاص شخص کے چت کے آدھین نہیں ہے۔ بلکہ بذات خود ہست و قایم ہے +

اس طرح چت کو چیز سے علیحدہ بتا کر اب بھگوان سوترکار چت کا سروپ بیان کرتے ہیں +

۳۔ چت کا سروپ

سوتر ۱۷ چت چیزوں کے رنگ سے رنگین ہوتا ہے۔ تو ان کا علم ہوتا ہے ورنہ نہیں ہوتا +

اوپر کے سوتروں میں یہ بات بتائی گئی۔ کہ چت کچھ اور چیز ہے۔ اور بیرونی اشیا اور چیزیں ہیں۔ چت عالم ہے۔ اشیا معلوم کے احاطے میں داخل ہیں۔ یہاں یہ اعتراض اُٹھتا ہے۔ کہ سانکھیہ میں چت کو دیاپک یعنی حاوی کل مانا گیا ہے۔ اشیاے بیرونی کی طرح محدود نہیں مانا گیا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ چت مہت تتو ہی ہے۔ جس میں انفراد نہیں ہے۔ پس ہر لحظ چت کو ہر چیز کا علم ہونا چاہیئے۔ کیونکہ دیاپک ہونے کی وجہ سے ہر چیز کا اس کے ساتھ سمبندھ یا علاقہ ہوگا۔ اس اعتراض کا جواب یہ سوتر دیتا ہے۔ کہ

چت کو سب اشیا کا علم اس واسطے نہیں ہوتا۔ کہ علم ہونے کے واسطے ضروری امر ہے۔ کہ معلوم ہونے والی شے کے رنگ سے چت رنگین ہو۔ یعنی اس کی صورت قبول کرے۔ چونکہ ایک لمحے میں ایک ہی چیز یا صورت اختیار ہو سکے گی۔ اس واسطے تمام اشیائے کائنات کا علم ایک دم سے نہیں ہوگا جس چیز کی صورت چت اختیار کرے گا۔ اس کا علم ہوگا۔ باقی کا نہیں ہوگا یعنی جو چیز چت پر اثر ڈال کر اپنے سنسکار اس میں پیدا کرے گی وہی معلوم ہوگی۔ باقی غیر معلوم رہیں گی۔ غرض چت صورتیں بدلتا رہتا ہے۔ اور ان کا علم گیان سروپ پرش کو ہوتا ہے۔ اس پر گیان وادی کا یہ اعتراض ہے۔ کہ پرش کو جس وقت سفید رنگ کا گیان ہوتا ہے اسی وقت سیاہ کا نہ ہوگا۔ اور ہوگا تو بعد میں ہوگا۔ تو کیا پرش بھی چت کی طرح صورتیں بدلتا ہے۔ اور پرنیامی ہے۔ ایک ہی مطلب کے واسطے دو دو چیزوں کا ماننا لا حاصل ہے اس کا جواب یہ ہے ؕ

سوتر ۱۸۔ چت کی برتیوں کو چت کا مالک پرش ہمیشہ جانتا ہے۔ کیونکہ وہ چت کی طرح پرنیامی یا بدلنے والا نہیں ہے ؕ

پرش چونکہ گیان سروپ ہے۔ اس میں بدلنے کا امکان نہیں ہے۔ ہمیشہ ایک رس رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چت کی تمام برتیاں جانی جاتی ہیں وگرنہ علم ممکن ہی نہیں ہوتا۔ پرش کو یوں سمجھو کہ جیسے بازار میں ایک دوکان پر چراغ جل رہا۔ اور اپنی روشنی دے رہا ہے۔ اس روشنی میں جو جو چیزیں آتی جائیں گی ان کا پرکاش ہوتا جائے گا جو نہیں آئیں گی یا آ کر ہٹتی جائیں گی ان کا پرکاش نہیں ہوگا۔ پس آنا جانا یا تبدیلی گیان کے بشیوں میں ہے۔ نہ کہ خود

گیان میں جو سدا ایک رس ہے - پرش غیر متبدّل اور ایک رس نہ ہو - تو تبدیلی کا گیان ہی نہ ہو سکے - تبدیلی ہمیشہ غیر متبدل شے کے مقابلے ہی سے محسوس ہو سکتی ہے اور کسی طرح نہیں - یہاں بگیان وادی معترض یہ کہے گا - کہ پرش کو تم گیان سروپ بتاتے ہو - اور چت کو بھی ستوروپ کہتے ہو - جو پرکاش آتمک ہے - ایک ہی چیز کے جاننے کے واسطے دو دو پرکاشوں کا ماننا فضول ہے - اسکا جواب دیتے ہیں +

سوتر ۱۹ - چت سویم پرکاش نہیں ہے - کیونکہ یہ جانا جاتا ہے +

پرش گیان سروپ ہے - اس واسطے سویم جیوتی یا سویم پرکاش ہے - اپنے پرکاش میں کسی دوسرے پرکاش کا محتاج نہیں ہے - برعکس اس کے چت کا گیان پرش کو ہوتا ہے - اس واسطے چت معلوم کے احاطے میں داخل ہے - اور جڑ ہے - پھر چت کو پرکاشاتمک کیونکر کہا جاتا ہے - اس کا جواب یہ ہے - کہ اور جڑ چیزوں کے مقابلے میں چت جو ستو کا کاریہ ہے زیادہ مصفّا ہے - اس میں پرش کا نور منعکس ہو سکتا ہے - جس سے یہ چمک اُٹھتا ہے - اس واسطے پرکاش آتمک کہا جا سکتا ہے - مثلاً سورج کی روشنی پتھّر میں منعکس نہیں ہوتی - کیونکہ وہ غیر صاف ہے - آئینے میں ہوتی ہے - کیونکہ وہ صاف ہے - چت کے ستو میں صفا کے باعث چونکہ پرش کا نور اور سرور منعکس ہوتا ہے - اس واسطے اسے پرکاش اور آنندروپ کہتے ہیں - لیکن چت چونکہ مختلف صورتیں اختیار کرتا رہتا ہے - اور ان صورتوں کا علم ہمیں ہوتا ہے - اسی واسطے ثابت ہوتا ہے - کہ چت جڑ چیز ہے - کیونکہ مادّہ ہی متبدّل ہو سکتا ہے - گیان میں اپنے سروپ ہی سے تبدیلی کا امکان نہیں ہے - معترض یہاں یوں کہے گا - کہ گیان کی ضرورت

بالعموم یہ ہؤا کرتی ہے۔ میں سُکھی ہوں۔ میں دُکھی ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ چت ہی جس پر "میں" کا اطلاق ہوتا ہے۔ جاننے کے واسطے کافی ہے۔ پرش کے ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا جواب دیتے ہیں +

سوتر ۲۰۔ ایک ہی لمحے میں دو کا گیان نہیں ہو سکتا +

"میں سکھی ہوں۔" میں دو باتوں کا گیان ہے۔ ایک تو بشے یعنی "سکھ" کا۔ دوسرا سکھ کے محسوس کرنے والے "میں" کا۔ ایک ہی لمحے میں دو گیان یعنی ایک تو بشے کا اور دوسرا اپنے آپے کا نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے ضروری امر ہے۔ کہ گیان سروپ پرش تیسرا اور ماننا چاہئے۔ جس کی نسبت سے یہ دونوں بشے ٹھیریں گے۔ اور وہ گیاتا یا عالم ہوگا۔ بگیان وادی پھر کہے گا۔ کہ چت سویم پرکاش نہ سہی۔ تیسرے گیاتا کی ضرورت ہے۔ تو ہم پرش کی جگہ ایک چت ہی اور فرض کریں گے۔ اس کا جواب دیتے ہیں +

سوتر ۲۱۔ ایک چت کو دوسرے کا بشے مانتے ہیں چتوں کا سلسلۂ لامتناہی پیدا ہوتا ہے۔ اور حافظوں کا مخلوط ہو جانا +

اگر ایک چت کے پرکاش کرنے کے واسطے دوسرا چت مانا جائے۔ تو دوسرے کے سویم پرکاش ہونے کا چونکہ کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس کے پرکاش کرنے کے واسطے تیسرا ماننا پڑے گا۔ اور تیسرے کے پرکاش کرنیکے لئے چوتھا۔ اسطرح ایک سلسلۂ لامتناہی پیدا ہوگا۔ جس میں کہیں ٹھیراؤ نہیں ہو سکتا۔ ساتھ ہی ایک چت کے سنسکار ناممکن ہے کہ دوسرے میں ہوں۔ اس واسطے حافظہ خلط ملط ہو جائے گا۔ اور کسی چیز کی وقت ضرورت پر یاد ناممکن ثابت ہوگی۔ لیکن ایسا دیکھا نہیں جاتا۔ اس واسطے چت کا پرکاشک گیان سروپ پرش ہی ماننا پڑتا ہے

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب چت سویم پرکاش نہیں ہے۔ اور نہ اَور چت اُس کو پرکاش کرتا ہے۔ تو گیان کیونکر ہوتا ہے۔ اگلے سوتروں میں اسی کا بیان ہے *

۵۔ گیان کیونکر ہوتا ہے

سوتر ۲۲۔ غیر متحرک گیان شکتی کا چت کی شکل میں منعکس ہونا ہی اپنے چت کا جاننا کہا جاتا ہے * X

گیان شکتی پرش ہے۔ یہ گیان سروپ اور غیر متحرک ہے۔ یعنی باہر کہیں آتا جاتا نہیں ہے۔ چت جڑ ہے۔ اور برتی روپ ہو کر باہر جاتا ہے۔ اور بشیوں کے اثر سے متاثر ہو کر ان کی صورتیں اختیار کرتا ہے۔ یہ برتیاں چونکہ ستو کا کاریہ ہیں۔ اس واسطے نہایت مصفا ہیں۔ ان میں گیان سروپ پرش کا عکس پڑتا ہے۔ عکس پڑنے کے یہ معنے نہیں ہیں جیسے آئینے میں صورت کا عکس پڑتا ہے۔ بلکہ جیسے قوت برقی کے اثر سے کچا لوہا مقناطیس کا کام دینے لگتا ہے۔ یا جیسے آگ میں پڑ کر لوہا بھی آگ کا کام دینے لگتا ہے۔ اسی طرح گیان سروپ پرش کے قرب سے چت کی برتیاں مردہ جڑ نہیں رہتیں۔ بلکہ ایک قسم کی چیتن ہو جاتی ہیں۔ اس لحاظ سے ستو کو پرکاش آتمک کہا جاتا ہے گیان حقیقت میں گیان سروپ پرش کا ہی ہے۔ کیونکہ چت جڑ ہے۔ لیکن پرش کے گیان سے متاثر ہو کر چت اپنے آپ کو جانتا ہے۔ یہ سوتر کا مطلب ہے۔ چت اپنے آپ کو ہی نہیں جانتا بلکہ سب چیزوں کو بھی جانتا ہے چنانچہ کہتے ہیں *

سوتر ۲۳۔ عالم و معلوم کے رنگ سے رنگین ہو کر چت

X برش کی روپ ... سے بکر منبدل ہے جیت ... (handwritten note)

سب کو بستے کرتا ہے +

چت جس طرح اپنے آپ کو جانتا ہے وہ اوپر کے سوتر میں بیان ہوا۔ اب اس بات کو سمجھئے۔کہ باہر کی چیزوں کا کیونکر گیان ہوتا ہے۔اس میں دو عمل شامل ہیں۔ایک تو چت کا عالم یعنی گیان سروپ پرش کے اثر سے متاثر ہونا۔اس میں گیان کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے۔دوسرے باہر کی چیز سے متاثر ہونا یعنی اس کی شکل کا اختیار کرنا۔اس سے اُس چیز کا گیان پیدا ہوتا ہے۔چت برتی روپ ہو کر باہر جاتا ہے۔اور چیز بیرونی کی شکل اختیار کرتا ہے۔گویا چاروں طرف سے لپٹ کر اس کی شکل بن جاتا ہے۔اب چیز چیز نہیں رہی بلکہ مصفا چت روپ ہو گئی۔اس میں گیان سروپ پرش کا عکس موجود ہے۔اس کی روشنی میں اِس خاص شکل کا پرکاش ہوگا۔یہ بیرونی چیز کا علم کہلاتا ہے۔اب "میں سکھی ہوں" برتی کی توضیح آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔برتی سکھ روپ ہے۔اور اس میں چت کو اہم یعنی "میں" کی بھاونا ہے۔یعنی دو برتیاں ایک ہی لمحے میں نہیں ہیں۔بلکہ برتی ایک ہی ہے +

اس سوتر سے دو اور باتوں کی بھی توضیح ہوتی ہے۔اوّل تو یہ کہ گیان وادی جو یہ سمجھ رہا ہے۔کہ تمام بیرونی چیزیں چت روپ ہیں۔وہ غلطی پر ہے۔اور دہریہ جو یہ جانتا ہے۔کہ جو کچھ ہے سب مادہ ہی ہے دونوں غلطی پر ہیں۔دوسرے یہ کہ چت اور چت برتیوں کے سروپ پر غور کرنے سے پرش کا سروپ منکشف ہوتا ہے۔اور برتیوں کے نرودھ سے آدمی گیان روپ پرش کے شُدھ سروپ یعنی کیولیہ کے درجہ پر پہنچ سکتا ہے۔چونکہ گیان کا تمام کام چت کرتا ہے۔اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے۔کہ پرش ایک

غیر ضروری اور محض مفروض چیز ہے - بلکہ اس چیت اور چیت کی برتیوں سے الٹی پرش کی ہستی ثابت ہوتی ہے - چنانچہ کہتے ہیں +

سوتر ۲۴ - بے شمار واسناؤں سے رنگین ہو کر بھی چیت اور کے لئے یعنی پرش کے واسطے ہے - کیونکہ ساتھ شامل ہو کر کام کرتا ہے +

چیت بے شمار واسناؤں کا گھر ہے - یعنی اس گودام گھر میں ان گنت واسنائیں یا بھوگ کے سامان موجود رہتے ہیں - بھوگ ہمیشہ اور کے واسطے ہؤا کرتے ہیں - چیت چونکہ جڑ ہے بھوگتا نہیں بن سکتا - بھوگتا گیان سروپ پرش ہے - اس واسطے پرش اَور چیز ہے اور چیت اَور چیز ہے - چیت کے اور چیز ہونے کا ثبوت یہ ہے - کہ وہ پرش کے ساتھ ملکر کام کر سکتا ہے - اپنے آپ کو اَور اَور چیزوں کے جانتے ہیں اگر پرش کی مدد اس کے ساتھ نہ ہو - تو گیان کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا - گیان جس طرح ہوتا ہے اس کا ذکر اوپر آچکا ہے - اس واسطے زیادہ تشریح کی حاجت نہیں ہے - اگلے دس سوتروں میں کئولیہ کا بیان ہے +

۶ - کئولیہ کا بیان

سوتر ۲۵ - فرق جان لینے سے آتما کو جاننے کی خواہش جاتی رہتی ہے + با تمیز گیہ یوں کی چیت کو آتما کا نزد بندی جا [handwritten]

بھگوان سوترکار یہ بتا چکے ہیں - کہ چیت کیا چیز ہے - اور آتما یعنی گیان سروپ پرش کیا چیز ہے - ان دونوں کا فرق بتا کر اب کئولیہ کو لیتے ہیں - اور اس کی توضیح شروع کرتے ہیں - ظاہر ہے - کہ کئولیہ کا ادھکاری وہ شخص

ہوگا جس کے دل میں اس بات کے جاننے کی تیز خواہش ہے کہ آتما کیا چیز ہے۔ اور چت و جگت سے اس کا کیا تعلق ہے۔ پس جس شخص نے گیان سروپ پرش کو چت سے تمیز کر لیا ہے۔ اور دونوں کے سروپ جدا جدا بخوبی ذہن نشین کر لئے ہیں۔ اس کی وہ جاننے کی پہلی خواہش جاتی رہے گی۔ کیوَلیہ وہ پد ہے۔ جہاں کوئی خواہش آدمی کو دق نہیں کیا کرتی۔ پرش اور چت کا سروپ جس نے پہچان لیا ہے۔ اور جان لیا ہے۔ کہ پرش شُدّھ گیان سروپ ہے۔ جس میں تبدیلی یا کرتا پن وغیرہ نہیں ہے۔ بلکہ تبدیلی اور کرتا پن تمام چت یا پرکرتی میں ہے۔ اُسے کچھ اور جاننا باقی نہیں ہے۔ اس کی ستھتی شانت پد میں ہے۔ اس ستھتی سے جو لابھ ہوتا ہے اسے بیان کرتے ہیں +

سوتر ۲۶۔ اس وقت چت تمیز کی طرف مائل اور کیوَلیہ سے بھرا ہوتا ہے +

اس وقت یعنی یوگی کے چت کی جب وہ حالت ہو جائے جو اوپر کے سوتر میں بیان ہوئی ہے۔ تو نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جس طرح چت پہلے دنیاوی امور کی طرف مائل رہتا تھا۔ اور اس میں دنیاوی خیال بھرے رہا کرتے تھے۔ اب ہمہ تن پرکرتی اور پرش کی تمیز کی طرف مائل ہوتا ہے اور کوئی خیالات چت میں اُٹھنے نہیں پاتے۔ صرف کیوَلیہ یعنی اپنے شُدّھ گیان سروپ کا ہی خیال طبیعت پر حاوی ہوتا ہے۔ اسی کو دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ چت میں کیوَلیہ ہی کیوَلیہ بھری رہتی ہے اس حالت سے اُتھان یعنی اُٹھنا بھی ہوتا ہے۔ اس کا سبب بتاتے ہیں +

سوتر ۲۷۔ خالی لمحوں میں سنسکاروں کی وجہ سے اور خیالات اُٹھتے ہیں +

جو خیالات اُتھان پیدا کرتے ہیں وہ سنسکاروں

خالی لمحے وہ ہیں۔ جس وقت سمادھی کی حالت نہیں ہوتی۔ بلکہ سمادھی سے اُتھان ہوا کرتا ہے۔ سمادھی کی حالت وہ ہے۔ جب چت میں کیولیہ ہی کیولیہ بھری ہوتی ہے۔ سمادھی کی حالت چھوٹ کر اُتھان اس وجہ سے ہوا کرتا ہے۔ کہ چت میں ابھی سنسکار باقی ہیں۔ مانا کہ اور لوگوں کے سنسکاروں کی طرح وہ پرزور و طاقتور نہیں ہیں۔ لیکن اُتھان کی حالت سے ہی ان کا وجود ثابت ہے۔ انہیں دفع کرنا چاہیے۔ دفع کرنے کی تجویز بتاتے ہیں +

سوتر ۲۸۔ تجویز دفع وہی ہے۔ جو کلیشوں کے بیان میں کہی جا چکی ہے +

جہل۔ اشمتا۔ رغبت۔ نفرت۔ اور محبت زندگی کلیش ہیں۔ اور ان کے دور کرنے کا طریقہ دوسرے باب میں مرقوم ہے۔ یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہی طریق سمادھی سے اُتھان پیدا کرنیوالے سنسکاروں کے روکنے میں بھی برتنا چاہیئے +

سوتر ۲۹۔ اشراق بہم پہنچنے پر تمیز کامل ہو جانے سے بیراگ والے آدمی کو سمادھی ہوتی ہے۔ جو دھرم کا مینہہ برسانیوالا باول کہلاتی ہے +

اشراق سانکھیہ میں وہ حالت کہلاتی ہے۔ کہ جو اس فلسفے کے پچیس تتو ہیں۔ اور جن میں یوگ ایک چھبیسواں تتو ایشور اور ایزاد کرتا ہے۔ مشق پیہم سے سب کی جدا جدا تمیز ہونے لگے۔ کہ یہ فلاں تتو ہے اور یہ فلاں۔ اس کا مفصل بیان تیسرے باب کے سوتر ۲۹ میں آچکا ہے۔ اس کا انتہائی درجہ یہ ہے۔ کہ یوگی پرش اور پرکرتی کی تمیز بہم پہنچالے۔ لیکن

عقلی تمیز ہی کافی نہیں ہے۔ تمیز بہم پہنچا کر پرکرتی سے پرم بیراگ طبیعت میں پیدا ہونا چاہیئے۔ کہ اس کے تماشے آنے جانے والی چیزیں ہیں۔ اور وابستگی کے ہرگز ہرگز لایق نہیں ہیں۔ اس وقت آتما کے نور کا پردہ اُٹھتا ہے۔ اور جلوہ ہوتا ہے۔ سب کچھ آتما ہی آتما پرتیت ہوتا ہے۔ اور آدمی پرم آنند میں مگن ہو جاتا ہے۔ یہی پرم دھرم ہے اور اس کو بادل سے تشبیہہ دی ہے اس سمادھی کی حالت بہم پہنچنے کے نتائج بیان کرتے ہیں +

سوتر ۳۰۔ اس وقت کلیش اور کرم سب شانت ہو جاتے ہیں +

پانچوں کلیش اودیا یا جہل وغیرہ اس وقت یعنی سمادھی کی حالت بہم پہنچنے پر نہیں رہتے۔ اور کرم بھی سب شانت ہو جاتے ہیں۔ اس کے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ یوگی تمام کرموں سے معطل ہو جاتا ہے۔ ایسا ہو۔ تو اس کا شریر بہت جلدی چھوٹ جائے۔ کیونکہ جو شخص تمام کام مثلاً کھانا نہانا وغیرہ چھوڑ دے گا۔ اس کا جسم ہفتہ بھر بھی قایم نہیں رہ سکتا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اس حالت میں جس کی سنتھتی ہے اس کو کرم لیپایمان نہیں ہوتے چونکہ کرم میں اس کا سنکلپ نہیں رہا ہے۔ کرم پھل کے بندھن سے وہ چھوٹ گیا ہے۔ اسی واسطے پہلے کہہ آئے ہیں۔ کہ یوگی کے کرم سفید وسیاہ نہیں ہوتے۔ اوروں کے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ کلیش اور کرم نہیں رہے۔ تو یہ نتیجہ ہوتا ہے +

سوتر ۳۱۔ اس وقت حجاب وکثافت کے دور ہو جانے سے اور لاانتہا گیان ہونے سے معلوم بہت ہی خفیف رہ جاتا ہے +

حجاب کلیش ہیں۔ کثافت کرم سے پیدا ہوتی ہے۔ یہی دو گیان کی رکاوٹیں ہیں۔ دونوں دور ہو گئیں۔ تو یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ رج اور تم دونوں گُن مغلوب ہو گئے۔ اور چیت شدھ ستو روپ رہگیا۔ اس میں لاانتہا گیان کا سورج طلوع ہوگا۔ معمولی حالت میں آدمی جس علم کو سمجھ رہا ہے۔ وہ اس بے حدی میں محض نقطہ سا رہ جائے گا۔ اس حالت میں یوگی کو کوئی چیز حابل باقی نہیں رہا کرتی۔ نتیجہ یہ ہوگا +

سوتر ۳۲۔ پرکرتی کے گنوں کا چونکہ کام ہو چکا۔ پرنیاموں کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے +

پرکرتی کے گُن جو کام کرتے ہیں۔ اور جو جو پرنیام اختیار کرتے ہیں ان کی غرضیں دو ہیں۔ ایک تو پرش کے واسطے بھوگ مہیا کرنے۔ دوسرے جب وہ بھوگ بھوگ کر سیر ہو جائے۔ تو موکش کی طرف اس کی توجہ منعطف کرنی۔ یوگی جب اس درجہ پر پہنچ گیا۔ تو ظاہر ہے۔ کہ گُن اپنے دونوں کام کر چکے۔ پرش کو تمام بھوگوں کا بھی مزا چکھا چکے۔ اور موکش کی جانب بھی اس کو مائل کر چکے۔ اب وہ موکش پد میں سنخفت ہے۔ گنوں کو پرنیاموں سے اور نئی نئی صورتیں اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہی اس واسطے اُن کے پرنیاموں کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے۔ اسی سلسلے کی تعریف بیان کرتے ہیں +

سوتر ۳۳۔ سلسلہ وہ ہے جو لمحوں سے پہچانا جاتا ہے اور اخیر پرنیام کی صورت میں جانا جاتا ہے +

سلسلے کے معنے ہیں وقت کے لحاظ سے ترتیب کا ہونا۔ اس کی پہچان اسی طرح ممکن ہے۔ کہ وقت کے چھوٹے سے چھوٹے حصوں یعنی

ئوں کو یکے بعد دیگرے گذرنا دیکھا جائے۔ کسی لمحے کا خاص چیز کے طور
پر اسی وقت گیان ہوگا۔ جب اس کا آخری پرنیام ہو چکے ۔ یعنی وہ آخری
صورت اختیار کرے یا ختم ہو جائے ۔ اس طرح جب تمام وقت کا گیان
ہو گیا۔ تو سب چیزوں کا بھی گیان ہو گیا۔ کیونکہ وقت سے باہر کوئی چیز
نہیں ہے ۔ یہ مضمون ہم پہلے بیان کر آئے ہیں +
دھرم میگھ سمادھی کا ذکر کر کے اب بھگوان سوتر کار کیولیہ کی تعریف
کرتے ہیں +

سوتر ۳۴ ۔ کام سے معطل گنوں کا لے ہو جانا کیولیہ
کہلاتا ہے یا کیولیہ گیان شکتی کا اپنے سروپ میں قایم ہو جانا ہے +

کیولیہ کی جو تعریف اس سوتر میں کی گئی ہے ۔ وہ دہرے پہلوے
نظر سے کی گئی ہے ۔ یعنی پرکرتی کے پہلوے نظر سے بھی اور پرش کے
پہلوے نظر سے بھی۔ پرکرتی کے گن پرش کے بھوگ اور موکش کے واسطے
سارا کام کرتے ہیں۔ جب یہ دونوں طے پا چکے تو گنوں کا کام ہو چکا۔ اور
وہ بے کار محض ہو گئے۔ اس واسطے نئی صورتیں اختیار نہیں کریں گے ۔
دنیاے خارجی۔ کلیش۔ سمادھی۔ بیراگ اور ان کے تمام سنسکار چت میں لے ہو جائینگے
(وحدت روپ ہے ۔ اور وحدت پرکرتی میں۔ غرض سب اپنے ماخذ پرکرتی میں
لے ہو) جائیں گے۔ جو گنوں کی سامیہ اوستھا یا حالت ہموار ہے ۔ یوگی پرش
جب ان گنوں کے نئے نئے کھیل اور نئے تماشے نہیں دیکھیگا۔ اس کے لئے
سب بند ہو گئے۔ لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے ۔ کہ سب پرشوں
کے واسطے بند ہو گئے ۔ پرش لاتعداد ہیں۔ ایک کی موکش ہونے سے سب
کی موکش ممکن نہیں ہے ۔ جو ابھی اگیان میں پھنسے ہوئے ہیں اور تماشوں

ین محو ہیں۔ان کے واسطے یہ تماشے اسی طرح جاری رہیں گے۔بندصرف
اسی کے واسطے ہوں گے۔جو ان تماشوں سے سیر ہو گیا ہے۔اور
انہیں دیکھا نہیں چاہتا۔یہ پرکرتی کے لحاظ سے کیوَلیہ کا لکشن یا تعریف
ہے ✤

پرش کے پہلو سے نگاہ سے کیوَلیہ کی تعریف یہ ہے۔کہ گیان شکتی
اپنی ماہیت ذاتی یا سروپ میں قایم ہو جائے۔یہ نہ فنا ہے۔نہ کسی چھوٹی
چیز کا کسی بڑی چیز میں مل کر یا وصل پا کر اپنی ہستی کھو بیٹھنا ہے۔نہ بے حس
پتھر بن جانا ہے۔بلکہ پرکرتی اور پرکرتی کے کاریوں سے جس وقت پرش
کو کسی طرح کا تعلق نہیں رہا۔اور وہ اکیلا اپنے سروپ میں قایم گیا۔اس
کیوَلیہ کہتے ہیں۔اسی سروپ کو وید نیتی نیتی کہکر پکارتا ہے۔ویدانت
سچّدانند کہتا ہے۔اور سانکھیہ اور یوگ کیوَلیہ کہتے ہیں۔یہ شانت
ہے۔اے ناظرین کتاب یہی سروپ تمہارا ہے۔اگیان چھوڑو اور اپنے
سروپ میں ستھت ہو جاؤ ✤

اوم شانتہ۔شانتہ۔شانتہ